سلسلہ مطبوعات ادارۂ حسینیت نمبر ۳۰

اہل سنّت کی معتبر کتابوں سے

صرف شیعہ حضرات کیلئے

اصحاب ثلاثہ

دوسری جلد

حالات عمر ابن خطّاب

(قیمت :- ۸۰ پیسے)

ناشر
ادارہ تحفظ حسینیت لکھنؤ ۳

مولفہ
سیّد حافظ علی صابر رضوی

مسلمانوں کے خلیفہ دوم

عمر ابن خطاب

نام و نسب مشہور ہے کہ کفار قریش کی ایک شاخ بنی عدی کے ایک "خطاب" (لکڑہارے) عمر کے باپ تھے۔ جن کو خطاب کہا جانے لگا تھا۔ اور ان کی ماں حنتمہ تھیں۔ ابن قتبہ کہتا ہے۔

"عمر کے باپ ابن نوفل عام لوگوں میں سے تھے"

(معارف ابن قتیبہ ص۵۹)

بعض تاریخی شواہد بتلاتے ہیں کہ عمر کو عام طور پہ ماں کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ چنانچہ

"خالد ابن ولید عمر کو ابن حنتمہ کے نام سے پکارتے تھے"

(معارف ابن قتیبہ۔ تاریخ ابن اثیر)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ایک لطیف بات لکھتے ہیں وہ یہ کہ "عمر کو کمسنی کے زمانہ میں عکاظ کے میلوں اور بازاروں میں حنتمہ والی کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ عورتیں بھی ماں کے نام

سے پکارتی تھیں۔ چنانچہ مسماۃ خولہ کہتی تھی "خدا کی قدرت ابن حنتمہ۔ ابن حنتمہ سے عمر ا ہوا اور عمر اسے عمر نیا"
(ازالۃ الخفا صد ۱۵۸)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے عمر کی خاندانی اور نسبی کیفیت کیلئے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ بھی لائق غور و تفکر ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔
عمرو ابن عاص عمر کو خلیفہ نہیں کہتے تھے وہ ان کی طہارت ولادت کی قدح کیا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے خدا لعنت کرے اس دن پر جب میں عمر ابن خطاب کی طرف سے حاکم ہوں خدا کی قسم میں نے خود ان کو اور ان کے باپ کو اس ذلت و خواری میں بسر کرتے دیکھا ہے کہ ان کے تن بر بجز قطران کی ایک چادر کے سوا کچھ نہیں ہے (قطران ایک معمولی کپڑا ہوتا تھا جو گھوڑوں کا جامہ بنانے کے کام آتا تھا) اور وہ جنگل سے لکڑیوں کے گٹھے لاکر گلی گلی بیچا کرتے تھے (ازالۃ الخفا مقصد دوم صد ۱۸۳)

مناسب ہے کہ قارئین خود عمرو ابن عاص کی نسبی کیفیت بھی ملاحظہ فرمالیں۔

"عمرو ابن عاص ایک زن فاحشہ کے صاحبزادے تھے۔ ان پر پانچ آدمیوں نے اپنا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا تو ان کی ماں نے کہا صورت سے صورت ملاکر دیکھ لو جس شخص سے مل جائے بس یہ اسی کا بیٹا ہوگا ـــــ چونکہ عمرو کی

کی شکل عاص سے مل گئی اس لئے یہ انھیں کے بیٹے تسلیم کر لئے گئے"
(ثمرۃ الاوراق)

قابل غور یہ نکتہ ہے کہ عمرو ابن عاص جیسی شخصیت جب عمر ابن خطاب کی طہارتِ ولادت کی قدح کرے تو عمر کے درجہ کا تعین کیا کیا جائے۔

پیدائش علامہ شبلی انتہائی تحقیق و تجسس کے بعد صرف اتنا بتا سکے کہ

"حضرت عمر مشہور روایت کے مطابق ہجرت نبوی سے چالیس سال قبل پیدا ہوئے"

(الفاروق ص۲۷ طبع دہلی)

عمر ابن خطاب کی پیدائش کے حالات کے سلسلہ میں علامہ شبلی لکھتے ہیں۔

"حافظ بن عساکر نے تاریخ دمشق میں عمرو بن عاص کی زبانی ایک روایت نقل کی ہے کہ میں چند اصحاب کے ساتھ ایک جلسہ میں بیٹھا تھا کہ دفعتاً غل اٹھا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ خطاب کے یہاں بیٹا پیدا ہوا ہے"

الفاروق ص۲۷، ۲۸

حلیہ امام اہلسنت عبد الشکور لکھنوی نے عمر کی شکل و شمائل کی حسب ذیل تصویر کشی کی ہے۔ ملاحظہ ہو سیرت خلفائے راشدین ص۸۲

رنگ سپید سرخی مائل مگر قحط سالی میں ناموافق غذا کے استعمال سے سیاہی آگئی تھی۔ رخساروں پر گوشت کم تھا۔ قد لمبا تھا جب لوگوں کے ساتھ کھڑے ہوتے تو سب سے اونچے نظر آتے معلوم ہوتا کہ سواری پر بیٹھے ہوئے ہیں"

مسیح الدین کارکوری تاریخ خلفا صد ۳۳ پر لکھتے ہیں کہ عمر بھینگا (احول) دیکھتے تھے۔

"طبقات ابن سعد میں قد کی لمبائی عام لوگوں سے تین ہاتھ اونچی بتائی گئی ہے"

ابتدائی حالات عمر کا بچپنا کیسا گذرا؟ اس کے متعلق تاریخیں خاموش ہیں سوائے اس کے (بحوالہ ازالۃ الخفا) کہ لوگ ان کو حنتمہ والی کہہ کر پکارتے تھے۔ البتہ علامہ شبلی اتنا اور بتاتے ہیں کہ

"سن رشد کو پہونچ کر خطاب ان کے باپ نے ان کو جو خدمت سپرد کی وہ اونٹ چرانا تھا" (الفاروق صد ۲۷)

شفیق باپ کا اپنے چہیتے بیٹے کے ساتھ کیا برتاؤ تھا یہ بھی علامہ شبلی کے قلم سے ملاحظہ کیجیے۔

"خطاب نہایت بے رحمی کے ساتھ ان سے سلوک کرتے تھے تمام دن اونٹ چرانے کا کام لیتے تھے اور جب کبھی تھک کر وہ دم لینا چاہتے تھے تو سزا دیتے تھے۔ جس میدان میں حضرت عمر کو یہ مصیبت انگیز خدمت انجام دینا پڑتی تھی اس کا نام "ضجنان" تھا جو مکہ معظمہ سے قریب مقام قدید

سے دس میل کے فاصلہ پر ہے خلافت کے زمانہ میں ایک دفعہ حضرت عمر کا ادھر سے گذر ہوا تو ان کو نہایت عبرت ہوئی آبدیدہ ہو کر فرمایا اللہ اکبر۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ میں یہاں نمدے کا کرتا پہنے ہوئے اونٹ چرایا کرتا تھا اور تھک کر بیٹھ جاتا تو باپ کے ہاتھ سے مار کھاتا"

(الفاروق صہ ۲۸)

"شباب کا آغاز ہوا تو حضرت عمر ان شریفانہ مشغلوں میں مشغول ہوئے جو شرفائے عرب میں عموماً معمول تھے"

(الفاروق صہ ۲۸)

عمر ابن خطاب اکھاڑے میں محمد حسین ہیکل نے "عمر فاروق اعظم" میں عمر کی کئی شاندار کشتیوں کے دلچسپ واقعات لکھے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ عمر پیشہ ور پہلوان تھے۔ اور علامہ شبلی مزید لکھتے ہیں۔

"علامہ بلاذری نے کتاب الاشراف میں بہ سند یہ روایت نقل کی ہے کہ عکاظ کے دنگل میں کشتی لڑا کرتے تھے"

(الفاروق صہ ۲۹)

رنگین مزاجی مصر کے مشہور سنی مصنف محمد حسین ہیکل نے عمر ابن خطاب کی رنگین مزاجی، ذوق مے نوشی اور حسن پرستی کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ

عمر مکہ کے دوسرے نوجوانوں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیا
"بنت رز" کے عاشق تھے۔ انھیں اپنے عنفوان شباب
میں حسینان عرب سے بھی بلا کا شغف رہا ہے یہاں
کہ ان کے تمام سوانح نگار ان کی بادہ پیمائی اور حسن نواز
پر متفق ہیں۔

(عمر فاروق اعظم ترجمہ حبیب اشعر طبع لاہور ص۴۷)

عمر اور شراب

عمر ابن خطاب کی مے نوشی کے سلسل
ہیکل خود عمر ابن خطاب کا بیان کردہ
ایک واقعہ لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"میں اسلام سے کوسوں دور تھا۔ جاہلیت میں شر
پیتا تھا اور بڑے چاؤ سے پیتا تھا۔ ہماری ایک محفل
جمتی تھی جس میں قریش کے اکثر جوان شامل ہوتے تھے
ایک رات میں اس محفل میں پہونچا تو وہاں کوئی نہ تھا۔ میں
نے دل میں کہا۔ اگر مکہ کے فلاں مے فروش کے پاس
چلوں تو شاید مجھے شراب مل جائے لیکن وہ بھی مجھے نہ ملا

(عمر فاروق اعظم ترجمہ حبیب اشعر ص۵۱)

چھٹتی نہیں ہے منہ کو یہ کافر لگی ہوئی

قابل عبرت یہ بات ہے
کہ عمر ابن خطاب نے
اسلام قبول کرنے کے بعد بھی شراب ترک نہیں کی جس سے معلوم

ہوتا ہے کہ انھیں نشہ شراب، نشہ اسلام سے زیادہ مرغوب تھا۔ چنانچہ ربیع الابرار علامہ زمخشری، کتاب مستطرف، فتح الباری شرح بخاری وغیرہ میں ہے کہ عمر ابن خطاب نے اسلام لانے کے بعد بھی شراب پی اور نشہ کے عالم میں عبد الرحمٰن بن عوف کو ہڈی سے مارا اور کچھ شعر پڑھے جن کا مطلب یہ ہے۔

"خدا سے کہہ دو وہ ہم کو شراب پینے سے بچائے، ہمارا کھانا بند کر دے آج سے روزہ رکھنا چھوڑ دو"

بُت پرستی مکہ کے بت پرستوں میں عمر ایک امتیازی درجہ رکھتے تھے اور بتان ہوشربا کی طرح، اصنام سنگی کے بھی عاشق تھے۔ قبول اسلام کے بعد بھی ان کے دل سے لات و ہبل کی محبت نہیں گئی چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ

"عمر صاحب کے گھر میں مورتیں (بت) تھیں جن کے سبب باایمان ان کے ہاتھ کی کوئی چیز یا ان کے گھر کا کھانا کھانے سے اجتناب کرتے تھے ابن مسعود ان کے گھر میں شرکیہ تصویریں دیکھ کر بغیر کھانا کھائے واپس ہو گئے اور یہی واقعہ ابو ایوب انصاری کے ساتھ پیش آیا"

(مفتی امام ذہبی۔ صحیح بخاری کتاب النکاح پارہ ۲۳ ص۲۷)

شادی کا رجحان عمر ابن خطاب کی بوالہوسی کے سلسلہ میں محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں کہ

"جب حضرت عمر کی جوانی اپنی تمام رنگینیوں کے ساتھ رخصت ہوگئی ان کے دل میں نکاح کی خواہش نے انگڑائی لی۔ کثرت اولاد کیلئے تعداد ازواج کا شوق ان کے اسلاف کی وراثت تھی چنانچہ انھوں نے بھی نو عورتوں سے شادی کی" (عمر فاروق اعظم ص۴۷)

ام کلثوم بنت ابوبکر سے عشق

عمر ابن خطاب آخر وقت تک عورتوں کے دلدادہ رہے یہاں تک خلیفہ ہونے کے بعد جبکہ ان کی عمر بچپن سے تجاوز کر چکی تھی ام کلثوم بنت ابوبکر کی دلفریب اداؤں اور نورس جوانی پر فریفتہ ہو گئے ہیکل نے لکھا ہے۔

"حضرت عمر کی عمر اگر اور وفا کرتی تو شاید وہ اور نکاح کرتے چنانچہ جب وہ امیر المومنین تھے تو حضرت ابوبکر صغیر اسن صاحبزادی "ام کلثوم" کو ان کی بڑی بہن ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کی معرفت پیغام دیا۔ لیکن ام کلثوم نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ وہ بہت تنگی اور ترشی سے گذارا کرتے ہیں"

(فاروق اعظم ص۴۷)

ہیکل نے صرف یہی نہیں بلکہ عمر ابن خطاب کی مے نوشی، حسن پرستی، حسینان عرب سے آنکھ مچولی اور دوشیزگان دلربا سے دوستی کے کئی واقعات لکھے ہیں۔ اگر قارئین دیکھنا چاہیں تو

"عمر فاروق اعظم" مصنفہ محمد حسین ہیکل مترجمہ حبیب اشعر مطبوعہ
نقوش پریس لاہور کا مطالعہ کریں۔

عمر ابنِ خطاب کی اسلام سے دشمنی

مخالفین اسلام میں شاید ہی کسی دوسرے کو اسلام سے اتنی نفرت رہی ہو جتنی عمر ابن خطاب کو تھی بقول مصری محقق محمد حسین ہیکل

"تارکین اصنام کے خلاف ان کی جنگ شدید ہوتی تھی اور بتوں کی عیب جوئی کرنے والوں پر ان کا لوہا ہمیشہ تیز رہتا تھا"
(عمر فاروق اعظم ص۱۵)

پھر آگے چل کر محمد حسین ہیکل رقمطراز ہیں۔

"اس نئی دعوت (اسلام) کے مخالفین میں عمر ابن خطاب کا نام سر فہرست تھا۔ مشرکین مکہ میں وہ سب سے زیادہ مسلمانوں کے دشمن تھے طرح طرح سے انھیں ستاتے اور بہ ہر عنوان ترکِ اسلام پر مجبور کرتے"
(عمر فاروق اعظم ص۱۵)

علامہ شبلی نعمانی بھی عمر ابن خطاب کی اسلام دشمنی کو نہ چھپا سکے انھیں لکھنا پڑا کہ

"عمر ابھی تک اسلام سے بالکل بیگانہ تھے۔ جب ان کے کانوں میں یہ صدا پہونچی تو سخت برہم ہوئے۔ یہاں تک کہ

قبیلہ میں جو لوگ اسلام لا چکے تھے۔ ان کے دشمن بن گئے
بغینہ ان کے خاندان کی ایک کنیز تھی جسنے اسلام قبول کر لیا
تھا اس کو بے تحاشہ مارتے اور مارتے مارتے تھک جاتے
تو کہتے ذرا دم لے لوں تو ماروں۔ بغینہ کے سوا جس پر قابو
چلتا زدوکوب کرنے سے دریغ نہ کرتے۔ لیکن اسلام کا
نشہ ایسا تھا جس کو چڑھ جاتا اترتا نہ تھا۔ ان تمام سختیوں پر
ایک شخص کو بھی وہ اسلام سے بد دل نہ کر سکے۔ آخر
مجبور ہو کر فیصلہ کر لیا (نعوذ باللہ) خود بانی اسلام کا قصہ
پاک کر دیں۔ تلوار کمر سے لگا کر سیدھے رسول اللہ کی طرف
چلے

(الفاروق صفحہ ۳۲)

عمر کی اپنی سگی بہن سے بدسلوکی

علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ جب عمر قصہ قتل سرور کائنات
کی غرض سے چلے تو ان کو

"راہ میں اتفاقاً نعیم بن عبداللہ مل گئے۔ ان کے تیور
دیکھ کر پوچھا خیر تو ہے؟ بولے محمدؐ کا خاتمہ کرنے جا رہا ہوں
انھوں نے کہا پہلے اپنے گھر کی خبر لو خود تمھاری بہن اور
بہنوئی اسلام لا چکے ہیں۔ فوراً پلٹے اور بہن کے یہاں
پہونچے وہ قرآن پڑھ رہی تھیں ان کی آہٹ پا کر چپ
ہو گئیں اور قرآن کے اجزاء چھپا دیئے۔ لیکن آواز

ان کے کان میں پڑ چکی تھی بہن سے پوچھا یہ کیا آواز آرہی تھی بہن نے کہا کچھ نہیں۔ بولے نہیں میں سن چکا ہوں تم دونوں مرتد ہو گئے ہو۔ یہ کہہ کر بہنوئی سے دست وگریبان ہو گئے۔ جب ان کی بہن بچانے کو آئیں تو ان کی بھی خبر لی یہاں تک کہ ان کا بدن لہو لہان ہو گیا۔ اسی حالت میں ان کی زباں سے نکلا اے عمر! جو بن آئے وہ کرو لیکن اسلام اب دل سے نہیں نکل سکتا۔"

(الفاروق ص ۳۳-۳۴)

اس واقعہ کو امام اہلسنّت عبد الشکور لکھنوی نے بھی اپنی کتاب سیرت خلفائے راشدین میں لکھا ہے۔ بہر حال عمر کے مسلمانوں پر لرزہ بر اندام مظالم کے تذکرہ سے اہلسنت کی تمام کتابیں پر ہیں۔

قبول اسلام

عمر ابن خطّاب کو جب اس کا پورا یقین ہو گیا کہ اب دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کو نہیں مٹا سکتی تو انہیں اسلام کو مٹانے کا ایک ہی راستہ نظر آیا۔

وہ راستہ تھا

"مسلمان بن کر حقیقی تعلیمات و اقدار اسلامی میں آمیزش کر کے انھیں ہوا و ہوس کے سانچے میں ڈھالنے کا"

عمر ابن خطاب کے اس خطرناک منصوبہ کا کہ دنیا حقیقی تعلیمات اسلامی سے روشناس نہ ہونے پائے قرآن مجید نے یوں انکشاف کیا ہے۔

"ایک گروہ ان میں ایسا ہے کہ (اس کے افراد) خدا کے کلام کو سنتے ہیں پھر بعد اس کے اسے سمجھ چکے ہوں جان بوجھ کر اس میں تحریف کرتے ہیں"

(پارہ ۱۔ ع ۵)

بہرحال اسلام کو مٹانے کی غرض سے ظہور اسلام کے چھٹے سال عمر ابن خطاب نے اسلام قبول کر لیا۔ چونکہ ان کا یہ اقدام نیک نیتی پر مبنی نہ تھا اس لئے انھیں یہ خدشہ بھی لگا رہتا تھا کہ کہیں میرے طرز عمل اور طریقہ کار سے صاحبان بصیرت پر میرے دلی رجحانات منکشف نہ ہو جائیں۔ اس لئے وہ گھبرا گھبرا کر حذیفہ سے پوچھا کرتے تھے۔

"اے حذیفہ! تم مجھ میں نفاق کا کچھ اثر پاتے ہو"

(احیاء العلوم امام غزالی صفحہ ۱۰۱)

ایک پیش گوئی عمر کے قبول اسلام کے سلسلہ میں محمد حسین ہیکل نے ایک دلچسپ واقعہ لکھا ہے وہ لکھتے ہیں

"جب حضرت عمر نے اسلام قبول کیا تو ایک شخص ایک چرواہے سے ملا اور کہا "تمھیں معلوم ہے وہ مرد توانا مسلمان ہو گیا" چرواہے نے کہا " وہی آدمی جو عکاظ کے

میلوں میں کشتی لڑا کرتا تھا؟"

اس شخص نے کہا "ہاں وہی" چرواہے نے چلا کر کہا "خدا کی قسم وہ ان میں (مسلمانوں) "خیر یا شر" کو ضرور وسعت دے گا۔ (عمر فاروق اعظم صہ ۴۶)

چرواہے نے جو پیش گوئی کی تھی وہ حرف بہ حرف درست ثابت ہوئی۔ عمر ابن خطاب نے یوم سقیفہ جس شر کی بنیاد رکھی تھی اس نے فرزندانِ توحید کو متعدد فرقوں میں تقسیم کر دیا۔

عمر اور جہاد

میدان جنگ سے فرار کرنے والوں کو قرآن مجید، احادیث پیغمبر اور علمائے اہلسنت نے جس نگاہ سے دیکھا وہ ابو بکر کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں لیکن عمر کی بہادری اور پہلوانی کی جو داستانیں مشہور ہیں ان کی روشنی میں اسلام کی دفاعی لڑائیوں میں ان کا فرار اختیار کرنا فکر انگیز ضرور ہے۔

جنگ بدر سنہ ۲ھ

اس جنگ میں اگرچہ عمر کا کوئی جنگی کارنامہ نہیں ملتا سوائے اس کے کہ یہ ایک کافر کے قتل سے اظہار برأت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ محمد حسین ہیکل کہتے ہیں کہ

"روایت ہے کہ حضرت عمر ایک دن سعید بن عاص سے ملے اور کہا میں دیکھتا ہوں کہ تمھارے دل میں میری طرف سے کوئی بات ہے۔ شاید تم مجھے اپنے باپ کا قاتل سمجھتے ہو۔

میں تمھارے باپ کی طرف سے گذرا ضرور تھا وہ بیل کے
سینگ ٹٹول رہے تھے۔ میں تو ہٹ گیا لیکن ان کے
چچازاد بھائی علیؑ نے ان کو دیکھا اور قتل کیا"
(عمر فاروق اعظم ص۴۹)

یہ روایت اتنا تو انکشاف کرتی ہی ہے کہ عمر موقع مل جانے
کے باوجود کسی کافر کو قتل نہیں کرتے تھے۔ یہ دوسری بات ہے
کہ ان کو کفار کیلئے شدید کہا جائے۔

مختصر یہ کہ تمام مورخین و محدثین و مفسرین اہلسنت کا اجماع
ہے کہ جنگ بدر خدا کی مدد اور علیؑ کی شجاعت سے فتح ہوئی۔
قرآن مجید نے جنگ بدر کی کیفیت بیان کرتے ہوئے بزدل اور
نافرمان لوگوں پر تنبیہہ فرمائی ہے۔

"یقیناً خدا نے جنگ بدر کے دن تمھاری مدد کی جب تم کمزور
تھے۔ تو خدا سے ڈرو تاکہ شکر گذار بن جاؤ"
(قرآن مجید)

جنگ احد ۳ سنہ ہجری اس جنگ کے سلسلہ میں کتب تاریخ
دبیر انتہائی دلچسپ مگر عبرت انگیز
واقعات سے مملو ہیں۔ اسی جنگ میں آں حضرت کے دندان مبارک
شہید ہوئے۔ دراصل یہاں بھی اگر تائید الہٰی اور وفائے حضرت
علیؑ شامل حال نہ رہتی تو شاید شمع رسالت گل ہو جاتی۔

خلیفہ سچا یا امام جنگ احد کے سلسلہ میں اہلسنت کے خلیفہ دوم عمر ابن خطاب کہتے ہیں کہ میں بروز احد بھاگا تھا اور اہلسنت کے امام عبدالشکور کہتے ہیں عمر نہیں بھاگے اب محترم قارئین فرمائیں کہ "خلیفہ سچا یا امام"۔
چونکہ اہل سنت اجماع کے قائل ہیں لہٰذا دیکھئے کہ اجماع علمائے اہلسنت کیا کہتا ہے۔
لیکن پہلے امام اہلسنت کا قول ملاحظہ فرمالیں۔ فرماتے ہیں
"باوجود انتشار کے جو رسول خدا کی شہادت کی شہرت سے اور اسلامی لشکر کے درمیان میں کافروں کے لشکر کے داخل ہو جانے سے پیدا ہو گیا تھا۔ حضرت فاروق اعظم، میدان سے نہیں ہٹے
(سیر خلفائے راشدین ص۸۸)
اب اجماع علمائے اہلسنت کے اقوال ملاحظہ کیجئے کہ حقیقت واقعہ کیا ہے۔ محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں۔
"بعض ممتاز صحابہ پر تو۔ جس میں مہاجرین اور انصار دونوں شامل تھے۔ اتنی مایوسی چھائی کہ وہ تلواریں پھینک پھینک کے پہاڑ کے ایک طرف جا بیٹھے۔ انس بن نضر ادھر سے گذرے تو دیکھا کہ عمر ابن خطاب۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور کچھ دوسرے صحابہ بیٹھے ہیں۔ مایوسی اور پریشانی ان

سب پر چھائی ہوئی ہے۔ اور ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے کہ کیا کریں۔ انس نے بلند آواز سے پوچھا "یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو" یہ لوگ بولے "رسول اللہ شہید کر دیے گئے" شمع رسالت کے اس پروانے نے جواب میں کہا "رسول اللہ کے بعد تم لوگ زندہ رہ کر کیا کرو گے؟" اٹھو اور آپ کی طرح حق کی راہ میں جان دے دو" یہ کہہ کر (انس) مشرکین پر ٹوٹ پڑے اور بڑی بے جگری سے لڑے اور یہاں تک کہ ستر زخم کھانے کے بعد جام شہادت نوش کیا"

(عمر فاروق اعظم ص۷۹)

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں۔

بھاگنے والوں میں حضرت عمر بھی تھے۔ مگر آپ پہلے نہیں بھاگے اور دور نہیں بھاگے بلکہ کوہ احد پر چڑھ کر دم لیا۔

(تفسیر کبیر جلد ۸ ص۳۰)

علامہ شبلی لکھتے ہیں۔

"جب آں حضرت کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی تو کچھ لوگ ایسے سراسیمہ ہو گئے کہ انھوں نے مدینہ کے ادھر دم نہیں لیا کچھ لوگ جان پر کھیل کر لڑتے رہے کہ رسول کے بعد جینا بیکار ہے۔ بعضوں نے مایوس ہو کر سپر ڈال دی کہ اب لڑنے سے کیا فائدہ۔ حضرت عمر اس تیسرے گروہ میں تھے۔

(الفاروق ص۴۵)

قاضی ابو یوسف نے خود عمر کی زبانی نقل کیا ہے کہ "انس بن نضر میرے پاس سے گذرے اور مجھ سے پوچھا کہ رسول اللہ کیا گذری میں نے کہا میرا خیال ہے کہ آپ شہید ہو گئے۔ انس نے کہا رسول شہید ہو گئے تو ہوئے اللہ تو زندہ ہے"

(الفاروق صہ ۴۶)

علامہ بلاذری نے انساب الاشراف میں لکھا ہے۔

"حضرت عمر ان لوگوں میں سے تھے جو احد کے دن بھاگے"

(الفاروق صہ ۴۷)

عمر ابن خطاب کے فرار کی داستان قریب قریب اہل سنت کے ہر مورخ اور محدث نے تحریر کی ہے۔

جنگ خندق سنہ ۵ھ

امام اہلسنت عبد الشکور جناب خندق کے ذیل میں صرف اتنا لکھ سکے کہ یہ بھی خندق کے ایک جانب نگراں تھے اور علامہ شبلی نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب ازالۃ الخفا سے عمر کے حملہ کرنے کا ایک واقعہ لکھا بھی تو اس کی رد کر دی ملاحظہ ہو۔

یہ واقعہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ازالۃ الخفا میں لکھا ہے لیکن میں نے کسی کتاب میں اس کی سند نہیں پائی

(الفاروق صہ ۵۰)

اس جنگ میں عرب کا مشہور بہادر عمرو ابن عبد ود بھی لشکر کفار

میں شامل تھا اس لئے لشکر اسلام کے اوسان خطا تھے۔ ان حضرت بار بار اپنے بہادروں کو مقابلہ کیلئے آمادہ کر رہے تھے لیکن سوائے علیؑ کے اور کوئی تیار نہ ہوتا تھا۔

حضرت محدث شیرازی کا بیان ہے کہ

"تمام اصحاب کھڑے تھے اور کچھ نہ بولتے تھے جیسے کہ ان کے سروں پر طائر بیٹھا ہو کیونکہ وہ عمرو ابن عبدود کی دلاوری و شجاعت کو جانتے تھے"

عمرو سے مقابلہ تو درکنار دہلے ہوئے لشکر کو اور دہلانے کیلئے عمر ابن خطاب یہ فرمودہ آوازیں بولے۔

"یہ دیو پیکر شجاع عمرو ابن عبدود ہے اس کی شجاعت کا مجھ کو تجربہ ہو چکا ہے۔ ایک مرتبہ میرا اور اس کا ایک سفر میں ساتھ تھا راہ میں ڈاکوؤں نے قافلہ پر حملہ کیا جن کی تعداد ایک ہزار تھی۔ عمرو سو رہا تھا اس کو جگایا گیا جلدی میں ڈھال نہ ملی تو اسنے ایک اونٹ کے بچہ کی ٹانگیں پکڑ کے ڈھال کی جگہ اٹھا لیا اور اس سے سپر کا کام لیا۔ یہاں تک کہ تمام قزاقوں کو مار بھگایا۔ چھینا ہوا تمام سامان واپس لے لیا۔ میں اس کی عظیم طاقت کو دیکھ کر دنگ رہ گیا"

(معارج النبوۃ رکن چہارم ص ۱۵۸، روضۃ الصفا ص ۹۶، تاریخ حبیب السیر)

صلح حدیبیہ اس میں شک نہیں کہ صلح حدیبیہ آں حضرت کی فتح مبین اور کفار قریش کی شکست فاش کا مقدمہ تھی اور یہ بھی حقیقت ہے اس صلح نے عمر ابن خطّاب کے اسلام اور یقین رسالت کو بے نقاب کر دیا۔ علامہ شبلی طبری کے حوالے سے عمر ابن خطّاب کے شک کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

(عمر) رسول اللہ کے پاس گئے اور اس طرح گفتگو شروع کی،

یا رسول اللہ کیا آپ رسول خدا نہیں ہیں۔

رسول اللہ۔ بے شک ہوں۔

حضرت عمر کیا ہمارے دشمن مشرک نہیں ہیں۔

رسول اللہ ضرور ہیں۔

حضرت عمر پھر ہم اپنے مذہب کو کیوں ذلیل کریں۔

رسول اللہ صلعم میں خدا کا پیغمبر ہوں اور خدا کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا۔

حضرت عمر کی یہ گفتگو اور خصوصاً انداز گفتگو اگرچہ خلاف ادب تھا چنانچہ ان کو سخت ندامت ہوئی اور اس کے کفّارے کیلئے روزے رکھے نفلیں پڑھیں، خیرات دی، غلام آزاد کیے۔

(الفاروق صفحہ ۵۷)

معارج النبوۃ کے صفحہ ۱۹۶ میں ہے کہ عمر نے یہ سوال وجواب
کئے تو رسول اللہ صلعم نے ان سے فرمایا کہ
"تم لوگ روز احد کا فرار بھول گئے کہ میں تم کو بلا رہا تھا
مگر تم میں سے کسی نے میری طرف خیال بھی نہ کیا اور احزاب
کے دن بھی بھلا دیا جب دشمن اوپر اور نیچے سے تمھاری طرف
تھے اور جو کچھ خدا کا وعدہ تھا وہ اسی طرح ہوا
سب نے بہ نظر انصاف کہا جو خدا اور خدا کا رسول فرمائے بجا
اور درست"
علامہ عینی کتاب عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں۔
"حضرت عمر نے فرمایا کہ روز صلح حدیبیہ میرے دل میں ایسا شک
عظیم گذرا اور پیغمبر صاحب کے ساتھ ایسی مراجعت ہوئی
کہ کبھی نہ ہوئی تھی"
علامہ مزید لکھتے ہیں کہ "عمر بازمانہ صلح حدیبیہ مولفۃ القلوب
میں داخل تھے"
علامہ سیوطی نے تفسیر در منثور میں جلد ۶ صـ۷۷ پر اور صاحب
تفسیر معالم التنزیل ۷ صـ۸۳۲ پر لکھا ہے کہ
"حضرت عمر نے کہا خدا کی قسم میں نے جس دن سے
اسلام قبول کیا ایسا شک کبھی نہیں کیا جیسا آج"
امام اہلسنت عبدالشکور نے بھی اس گستاخی کو تسلیم کیا ہے

جو عمر نے بروز صلح حدیبیہ آں حضرت سے کی تھی دیکھئے سیر خلفائے راشدین صہ ۸۹

آں حضرت کے خلاف عمر کی سازش

آں حضرت نے جن شرائط پر صلح کی تھی چونکہ عمر کو ان سے اختلاف تھا اس لئے انھوں نے اپنے ہم مسلک تمام اصحاب کو ایسا بھڑکا دیا کہ وہ سرتابی پر آمادہ ہو گئے۔ آں حضرت نے بار بار فرمایا اٹھو قربانیاں دو سر منڈاؤ لیکن کوئی تیار نہ ہوا نتیجتاً آں حضرت کبیدہ خاطر ہو کر اپنے خیمہ میں چلے گئے ——

تفصیل کیلئے تاریخ طبری اور معارج النبوۃ کا مطالعہ کیجیئے۔

جنگ خیبر ۷ھ

اس یادگار جنگ کے متعلق علامہ شبلی نے لکھا ہے۔

"آں حضرت نے ابو بکر کو سپہ سالار بنا کر بھیجا لیکن وہ ناکام واپس آئے پھر حضرت عمر مامور ہوئے وہ برابر دو دن تک جا جا کر لڑے لیکن دونوں دن ناکام رہے۔ آں حضرت نے یہ دیکھ کر فرمایا کل میں علم ایسے شخص کو دوں گا جو حملہ آور ہوگا اگلے دن تمام اکابر صحابہ علم نبوی کی امید میں بڑے سر وسامان سے ہتھیار سج سج کر آئے ان میں حضرت عمر بھی تھے۔ اور ان کا خود بیان ہے کہ "میں نے کبھی اس موقعہ کے سوا علم برداری اور افسری کی آرزو نہیں کی۔ لیکن قضا و قدر نے

"یہ نخر علیؓ کیلئے اٹھا رکھا تھا" چنانچہ حضرت نے کسی
طرف توجہ نہیں کی اور حضرت علیؓ کو بلا کر علم ان کو عنا...

(الفاروق ص۵۵)

معلوم نہیں کن وجوہ کی بنا پر عمر کے دل میں حصول علم کی آرزو
پیدا ہوئی جبکہ آں حضرت نے صاف صاف فرما دیا تھا کہ
علم بھگوڑوں کو نہیں بلکہ اس کو ملے گا جو جم کر حملہ کرتا ہو
بہرحال آں حضرت کی زبان وحی ترجمان سے ابوبکر اور عمر کیلئے فرار
کا خطاب معین ہو گیا

اجماع لشکر اسلام
فرار عمر کا قائل

اپنے سلسلہ بیان میں علامہ شبلی
اجماع لشکر اسلام کی رائے بھی لکھتے
فرماتے ہیں۔

"حضرت عمر کے پاؤں نہ جم سکے اور آں حضرت صلعم کی خدمت
میں آکر عرض کی کہ فوج نے نامردی کی لیکن فوج نے ان کی
نسبت یہی شکایت کی"

(از سیرۃ النبی جلد اول ص۳۵۶)

آں حضرت کا دونوں کی شکایات سن کر سردار کو بدل دینے
کا فیصلہ بتاتا ہے کہ آپ نے اہل لشکر کو سچا سمجھا اور قول عمر کو
خلاف واقعہ

حدیث رایت جس کی صحت پر علمائے اہلسنت کا اجماع ہے

اس سے حضرات شیخین یعنی ابوبکر اور عمر کی حسب ذیل صفتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

۱ نامرد تھے
۲ کبھی حملہ آور نہیں ہوئے
۳ میدان جنگ سے فرار کرتے تھے
۴ یہ اللہ و رسول کو دوست نہیں رکھتے تھے
۵ اللہ اور رسول ان کو دوست نہیں رکھتے تھے

جنگ حنین ۸ھ فتح مکہ کے بعد جب آں حضرت مکہ سے روانگی کا انتظام فرما رہے تھے تو ہوزان کے حملات کی خبریں ملیں۔ آں حضرت نے صحیح صورت حال معلوم کرنے کیلئے عبداللہ بن حدرد کو روانہ کیا۔ انھوں نے واپس آکر جو کچھ بیان کیا اس کو عمر ابن خطاب نے جھٹلایا جس پر دونوں کے درمیان ردّ و قدح ہوئی طبری کے بیان کے مطابق

"ابن حدرد نے آں حضرت صلعم کی خدمت میں تمام حالات کی خبر کی تو حضرت عمر نے کہا" یہ سب جھوٹ ہے" ابن حدرد نے کہا" کیا تم مجھے جھوٹا بناتے ہو تم تو ایک مدت تک حق (نبوت) کو جھوٹ کہتے رہے۔ حضرت عمر نے آں حضرت سے شکایت کی تو آں حضرت نے فرمایا اے عمر برا ماننے کی کیا بات ہے"

(طبری صفحہ ۱۶۵)

ابن ہشام نے ابن حدرد کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔

"تم مجھے ویسا ہی جھٹلاتے ہو جیسا ایک دن حق کو جھٹلاتے تھے اور اس کو جھٹلاتے تھے جو مجھ سے بہتر تھا" (یعنی رسول)

(تاریخ ابن ہشام جلد سوم ص۸)

"عمر ابن خطّاب کا ابن حدرد کی لائی ہوئی اطلاع کو جھوٹ کہنا معنی خیز بھی اور فکر انگیز بھی۔ اس لئے کہ ہوشیار سپاہی دشمن کی ہر نقل و حرکت سے باخبر رہنے کی فکر کرتا ہے تاکہ دفاع میں آسانی ہو۔ عمر ابن خطّاب کے اس اقدام سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ وہ آں حضرت کو لاعلم رکھنا چاہتے تھے تاکہ بے خبری میں اچانک حملہ کا دفاع نہ کیا جا سکے

مختصر یہ کہ جنگ شروع ہوئی اور باوجود اس کے کہ ابوبکر اور عمر اپنی کثرت پر نازاں تھے تھوڑی ہی دیر میں ایسی بھگدڑ پڑی کہ آنحضرت تن تنہا رہ گئے۔ سوائے علیؑ اور تین دوسرے صحابہ کے بخاری شریف کہتی ہے کہ

"ابو قتادہ سے مروی ہے کہ بروز حنین مسلمان پسپا ہو کر بھاگے تو میں بھی انھیں کیساتھ بھاگ لیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ مفرورین میں حضرت عمر ابن خطّاب بھی ہیں میں نے ان سے عرض کی "کیا حال ہوا ہم مسلمانوں کا"، انھوں نے کہا خدا کی مرضی"،

لیجئے اب کیا محل اعتراض ہے "فرار" عمر پر خدا ہی چاہتا تھا کہ عمر بھاگیں

محاصرۂ طائف کے موقع پر آں حضرت نے علیؑ ابن ابی طالب

آں حضرت کا علیؑ سے راز کی باتیں کرنا عمر کو کھل گیا

سے دیر تک کچھ راز کی باتیں کیں جو عمر کو ناگوار ہوئیں صحیح ترمذی، ینابیع المودت، مسند امام احمد بن حنبل میں دیکھئے، ملّا معین لاہوری معارج النبوۃ میں لکھتے ہیں

جب آں حضرت نے حضرت علیؑ سے تخلیہ میں راز کی باتیں کیں تو امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "یا رسول اللہ آپ علیؑ سے راز کی باتیں کرتے ہیں؟ اور ان سے تخلیہ کرتے ہیں؟ مشورت کرتے ہیں تو آں حضرت نے فرمایا میں تنہا علیؑ سے راز کی باتیں نہیں کرتا بلکہ حق تعالیٰ بھی باتیں کرتا ہے۔

بظاہر یہ ایک معمولی بات ہے لیکن اس واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عمر آں حضرت کے ہر فعل کو مشکوک نگاہوں سے دیکھتے تھے اور اتنا بھی گوارہ نہ تھا کہ آپ اپنے ابن عم سے راز کی کوئی بات کر سکیں ــــــ جملہ مورخین و محدثین اہلسنت کا اجماع ہے کہ عمر ابن خطاب آں حضرت کی گھریلو زندگی میں بھی دخیل ہونے کی کوشش کرتے تھے اسی بات پر حسب بخاری شریف ایک مرتبہ جناب ام سلمہؓ نے عمر کو جھڑک بھی دیا تھا

اعلان ولایت علی ابن ابی طالبؑ اور عمر کی مبارکباد میدان غدیر کی سرگذشت

حج آخر سے واپسی پر بمقام "خم" ایک تالاب کے کنارے (عربی میں تالاب کو غدیر کہتے ہیں) میدان میں ٹھیک جلتی دوپہر میں آں حضرت نے بحکم الٰہی ٹھہرنے کا حکم دیا آگے جانے والے پلٹائے گئے پیچھے رہ جانے والوں کا انتظار ہوا جب تمام مسلمان جن کی تعداد ڈیڑھ لاکھ تک بتائی جاتی ہے جمع ہو گئے تو آں حضرت نے ایک طولانی خطبہ کے بعد لوگوں سے پوچھا کیا مجھے تمھارے نفسوں پر حق تصرف نہیں حاصل ہے پورے مجمع نے ہم آواز ہو کر کہا ضرور حاصل ہے۔ تب آپ نے علی ابن ابی طالبؑ کو اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے کہا جس کا میں حاکم ہوں آج سے یہ علیؑ بھی اس کے حاکم ہیں اس کے بعد خدا نے تکمیل دین کی آیت بھیجی ادہر آں حضرت نے حکم دیا کہ پورا مجمع علیؑ کو "امیر المومنین" کہہ کر مبارکباد دے چنانچہ مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ

"عمر نے حضرت علیؑ سے مل کر کہا مبارک ہو اے فرزند ابوطالبؑ آج سے تم ہر مومن و مومنہ کے حاکم ہو گئے"

ملا معین لاہوری معارج النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ

"تمام اصحاب یہاں تک کہ امہات مومنین نے بھی امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کی خدمت میں مبارکباد پیش کی"

بہرحال یہ وہ مبارک موقع تھا جب عمر خطاب نے بھی مبارکباد دی

میدان غدیر میں ایک منافق نے جان دیکر حق کو واضح کر دیا

تفسیر در منثور، ینابیع المودت اور تفسیر کبیر میں ایک سبق آموز اور احقاق و اظہار حق کرنے والے واقعہ کا تذکرہ ملتا ہے جو صبح قیامت تک طالبان جادۂ حق کی رہنمائی کرتا رہے گا۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ جب آں حضرت نے علیؑ ابن ابی طالب کی ولایت و وصایت کا اعلان عام فرمانے کے بعد علیؑ ابن ابی طالب کو ایک مخصوص خیمہ میں بٹھا کر تمام مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت علیؑ کو یا امیرالمومنین کہہ کر سلام کریں اور مبارکباد دیں تو "حارث بن نعمان فہری" حاضر خدمت رسول ہوا اور کہا یا رسول اللہ آپ نے نماز کا حکم دیا ہم بجالائے روزے کا حکم دیا ہم نے انکار نہیں کیا آپ کے ہر حکم کی تعمیل کی اب یہ بات ہم پر بار ہے کہ آپ نے علیؑ کو ہمارے اوپر حاکم بنا دیا۔ کیا یہ بھی آپ نے خدا کے حکم سے کیا۔ حارث کے جواب میں آں حضرت نے فرمایا بے شک میں جو کچھ کرتا ہوں وہ خدا کے حکم سے ـــــ یہ سن کر حارث زیر آسمان آیا اور خداوند عالم کو مخاطب کر کے کہا اے خدا! اگر محمدؐ نے علیؑ کو خلیفہ تیرے حکم سے بنایا ہے تو مجھ پر عذاب نازل کر دے تا کہ حق واضح ہو جائے ـــــ حارث بن نعمان فہری نے جیسے ہی دعا ختم کی کہ پورے مجمع نے دیکھا کہ آسمان سے ایک پتھر حارث پر گرا اور اس کی لاش میدان میں پھڑکنے لگی

ـــــــــــــــــــ

اس واقعہ سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ علی ابن ابی طالبؑ
میدان غدیر میں بحکم الٰہی آں حضرت نے اپنا خلیفہ اور جانشین
تھا وہاں یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ عمر ابن خطاب بغض علی ابن ابی
طالبؑ میں حارث سے زیادہ درجہ رکھتے تھے ـــــ حارث نے
خلافت علی ابن ابی طالبؑ کو ناپسند کرنے کی وجہ سے اپنی
دیدیا آسان سمجھا بجائے اس کے کہ وہ خلافت علیؑ میں روڑے
اٹکاتا ـــــ لیکن عمر ابن خطاب نے نہایت نمایاں حیثیت سے
مبارکبادی دے کر اس وقت اپنی جان بچالی مگر بعد میں ایسے حالات
پیدا کئے کہ علی ابن ابی طالبؑ ظاہری خلافت سے محروم رہیں۔
اس اہم اور ناقابل فراموش واقعہ کے بعد کون کہہ سکتا
ہے کہ رسول نے اپنے بعد کیلئے کوئی انتظام نہیں کیا۔
علامہ شبلی نے الفاروق میں۔ عبدالشکور نے خلفائے راشدین
اور ہیکل نے عمر فاروق اعظم میں بمقام غدیر خم علیؑ کے خلیفہ
بنائے جانے اور عمر کے مبارک باد دینے کے واقعات بالکل
نظر انداز کر دیئے ہیں ـــــ لیکن کتاب مستطاب عبقات الانوار
کے مجلدات غدیر کی موجودگی سے تا صبح قیامت اس عظیم واقعہ پر
روشنی پڑتی رہے گی ـــــ جس میں واقعہ غدیر اور حدیث غدیر
کے دیگر پہلوؤں پر بحث کرتے ہوئے یہ بتایا گیا ہے کہ ہر صدی کے ڈیڑھ سو
سے زائد مقتدر علمائے اہلسنت نے حدیث غدیر کا استخراج کیا ہے۔

عمر پر ایک یہودی کی چوٹ

مناسب معلوم ہوتا ہے یہاں بخاری شریف کی ایک روایت بھی نقل کر دی جائے جس سے اس روز سعید کی اہمیت اور عمر ابن خطاب کی اس روز سے لاپرواہی کا پتہ چلتا ہے وہ روایت یہ ہے

"عمر ابن خطاب کہتے ہیں کہ یہودی نے مجھ سے کہا کہ اے "امیر المومنین" تمھاری کتاب میں ایک آیت ہے جس کی تلاوت تم کرتے ہو۔ اگر وہ ہمارے اوپر نازل ہوتی تو اس دن کو ہم عید بنا لیتے ــــ میں نے کہا وہ کون سی آیت ہے وہ کہنے لگا "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" میں نے کہا ہم بھی اس دن اور مقام کو جانتے ہیں جب کہ حضور پر یہ آیت نازل ہوئی"

(تجرید بخاری حدیث نمبر ۴۰)

یہودی دراصل عمر ابن خطاب کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ اس دن جس روز دین کی تکمیل اور وصی رسول کا اعلان ہو وہ روز روز عید ہے۔ یہودی نے خاص طور پر عمر ابن خطاب کو اس لئے بھی مخاطب کیا کہ وہ یہ بتا دے کہ ہم یہودی ہو کر بھی واقف ہیں کہ ۱۸ ذی الحجہ تکمیل مذہب اسلام اور تقرر خلیفۂ رسول کی تاریخ ہے تو تم لوگ یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ آں حضرت بغیر خلیفہ مقرر کئے دنیا سے اٹھ گئے تھے۔

عمر کی داڑھی ابوبکر کے ہاتھ میں

ابوبکر کے حالات میں بیان کیا جاچکا ہے کہ آں حضرت نے جیش اسامہ کے ساتھ (سوائے حضرت علیؑ) تمام اصحاب کو کوچ کرنے کا سخت حکم دیا تھا۔ لیکن ابوبکر اور عمر نے تخلف کیا جس پر آں حضرت نے غضبناک ہو کر متخلفین پر لعنت فرمائی

تاریخ طبری کا بیان ہے کہ لوگوں نے صرف لشکر اسامہ سے کنارہ کشی ہی نہیں کی بلکہ آں حضرت کے فیصلہ پر طعنہ زنی بھی کی۔ طبری کے قول کے مطابق یہ طعنہ زنی کرنے والے افراد "منافق" تھے۔ ملاحظہ ہو

"لوگ مع مہاجرین و انصار اسامہ کے ساتھ نکلے اور منافقوں نے طعنہ زنی کرنی شروع کی۔ آں حضرت نے منافقوں کے قول کی رد کی اور فرمایا اسامہ سزاوار امارت ہے۔ تم نے اس کے باپ پر بھی یوں ہی طعنہ زنی کی تھی جبکہ وہ بھی لائق امارت تھا،،

(طبری جلد ۳ ص ۱۵۸)

بہرحال ابوبکر اور عمر کا لشکر اسامہ سے روگردانی کر کے مورد لعن رسالت بننا تو ثابت ہی ہے۔ البتہ قابل تحقیق یہ امر ہے کہ یہ طعنہ زنی کرنے والے کون بزرگ تھے جن کو سنی مورخ طبری "منافق" کہتا ہے ـــــ اس سلسلہ میں ایک دوسرے سنی مورخ "ابوالفدا

کی عبارت ملاحظہ کیجئے

"منجملہ لشکر۔ اسامہ بن الخطاب بھی تھے خود رسول نے ان کو متعیّن کیا تھا۔ حضرت عمر نے ابو بکر سے کہا کہ انصار اپنی امیری کیلئے اسامہ کے سوا کسی مِسن شخص کو چاہتے ہیں (مِسن سے مراد ابو بکر یا خود بدولت ہیں) یہ سن کر ابو بکر نے عمر کی داڑھی نوچی اور کہا اے ابن خطّاب تری ماں ترے ماتم میں بیٹھے اسامہ کو سردار لشکر خود رسول نے مقرر کیا ہے،، (تاریخ ابو الفدا جلد ۱ ص ۱۵۲ طبع مصر)

سنی مورخ ابو الفدا کی عبارت سے معلوم ہوا کہ اسامہ کی سرداری پر جو منافق معترض ہے وہ عمر ابن خطّاب ہیں ــــ اور عمر کی اس جسارت پر ابو بکر نے غصّہ میں ان کی داڑھی نوچی۔

مگر نتیجہ ؟ ــــ

محترم قارئین یہ ذہن نشین رکھیں کہ عمر کے آں حضرت پر معترض ہونے کے سلسلہ میں ابو بکر کا غصہ میں عمر کی داڑھی نوچنا محض ایک ڈرامہ کی حیثیت رکھتا ہے جس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں یہ نتیجہ اس لئے نکلتا ہے کہ تھوڑی دیر بعد خود ابو بکر عمر کو ساتھ لے کر لشکر اسامہ سے واپس آگئے۔ ملاحظہ ہو

"جب ابو بکر لشکر اسامہ چھوڑ کر چلے تو انھوں نے اسامہ سے کہا میری مدد کیلئے اگر عمر کو بھی واپسی کی اجازت دیدو

تو اچھا ہے ۔ چنانچہ اسامہ نے اجازت دیدی اور عمر بھی لشکر اسامہ کے ساتھ نہ گئے اور ٹھہر گئے

(تاریخ ابو الفدا جلد ۲ صفحہ ۱۵۷ طبع مصر)

اب کون بتائے کہ وہ کون سی شدید ضرورت تھی جو ابوبکر کو لاحق ہوئی اور جس میں عمر کی مدد بھی انتہائی ضروری تھی جس کی بنا پر ان دونوں نے لشکر اسامہ سے تخلف کر کے منافق اور مرکز لعن رسالت بننا قبول کیا۔

کیا کہنا اس خلافت کا جسکے حصول کے بعد خدا اور رسول اور محبان آل محمدؐ کی بے شمار لعنتیں قبول کرنا پڑیں ۔

واقعہ قرطاس آں حضرت نے اپنی علالت کے زمانہ میں مسلمانوں کا مستقبل سنوارنے اور ان کو گمراہی سے بچانے کیلئے چاہا کہ ایک نوشتہ لکھ دیں ۔ لیکن عمر ابن خطاب نے سامان نوشت دینے کی سخت مخالفت کی یہی نہیں بلکہ آں حضرت کی شان میں نامناسب کلمات بھی کہے ۔

علامہ شبلی لکھتے ہیں ۔

"اس سے زیادہ اور کیا گستاخی ہوگی کہ جناب رسول اللہ صلعم بستر مرگ پر ہیں امّت کے درد اور غمخواری کے لحاظ سے فرماتے ہیں کہ لاؤ میں ایک ہدایت نامہ لکھ دوں جو تم کو گمراہی سے محفوظ رکھے یہ ظاہر ہے کہ گمراہی سے بچانے کیلئے

جو ہدایت ہو گی وہ منصب نبوت کے لحاظ سے ہو گی اور
اور اس میں سہو و خطا کا احتمال نہیں ہو سکتا۔ باوجود اس
کے حضرت عمر بے پروائی ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کچھ
ضرورت نہیں ہم کو قرآن کافی ہے" طرّہ یہ کہ بعض
روایتوں میں ہے کہ حضرت عمر ہی نے آں حضرت کے اس
ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا (نعوذ باللہ)

(الفاروق صفحہ ۶۰-۶۱)

صحیح مسلم نے اس واقعہ کو یوں نقل کیا ہے

"رسول مقبول صلعم نے ارشاد فرمایا لاؤ میں تمھارے لئے
کچھ لکھ دوں جس کی وجہ سے تم لوگ میرے بعد گمراہ
نہ ہو۔ حضرت عمر بولے پیغمبر مرض کی وجہ سے ایسا کہہ
رہے ہیں قرآن ہمارے لیئے کافی ہے۔ اس بات
پر حضار جلسہ میں اختلاف ہوا بعض تو کہتے تھے رسول
کے حکم کی تعمیل کی جائے تاکہ آں حضرت جو کچھ چاہیں
ہمارے لئے تحریر فرما دیں۔ بعض حضرت عمر کے ہمزبان
تھے۔ جب بہت شور و غل ہوا تو جناب رسالتمآب
نے فرمایا نکل جاؤ یہاں سے"

علامہ طبرانی نے اس واقعہ کو خود عمر کی زبانی یوں نقل کیا ہے
"حضرت عمر فرماتے ہیں کہ جب جناب رسول خدا نے

حالت مرض میں ارشاد فرمایا کہ کاغذ اور دوات وغیرہ لاؤ تاکہ میں تمھارے لئے ایک ایسی تحریر لکھ دوں جس کی وجہ سے تم لوگ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو۔ مخدرات عصمت نے پردہ کے اندر سے اصحاب کو مخاطب کیا۔ کیا تم لوگ رسول کا ارشاد نہیں سنتے؟ حضرت عمر نے ان بی بیوں کو جواب دیا کہ تمھاری مثال حضرت یوسف کی بی بیوں کی ہے کہ پیغمبر صاحب کی بیماری میں روتی ہو اور بوقت صحت ان کی گردن پر سوار ہو جاتی ہو یہ سن کر آں حضرت نے فرمایا ان عورتوں سے تعرض نہ کرو یہ تم سے بدرجہا بہتر ہیں" اہل سنت کی عظیم کتاب بخاری شریف بھی دیکھئے۔

"بروز پنجشنبہ رسول اللہ پر مرض کی شدت ہوئی تو آں حضرت نے کہا مجھے سامان کتابت دو تاکہ تمھارے واسطے کچھ لکھ دوں جس سے تم لوگ میرے بعد گمراہ نہ ہو اس بات پر لوگوں میں نزاع و اختلاف ہوا اور کہنے لگے آں حضرت کا ارشاد ہذیان پر مبنی ہے۔ حالانکہ نبی کریم کے حضور میں تنازع مناسب نہ تھا"

شمس العلماء مولانا نذیر احمد صاحب دہلوی امہات الامہ صد ۹۲ میں یوں اعتراف فرماتے ہیں کہ

"جن کے دل میں تمنائے خلافت چٹکیاں لے رہی تھی انھوں نے تو دھینگا مشتی سے منصوبے کو ہی چٹکیوں میں اڑا لیا اور مزاحمت کی تاویل یہ کی کہ ہماری ہدایت کیلئے قرآن بس کرتا ہے اور چونکہ اس وقت پیغمبر صاحب کے حواس برجا نہیں اس لئے کاغذ قلم دوات کا لانا کچھ ضرور نہیں خدا جانے کیا کا کیا لکھوا دیں"

کاش عمر ابن خطاب آں حضرت کی آخری تمنا پوری ہو جانے دیتے تو آج فرزندان توحید ایک مرکز پر دکھائی دیتے اور اسلام دنیا میں اپنے اصلی خد و خال میں نظر آتا۔

عمر خبر وفات رسولؐ چھپانا چاہتے تھے

اپنے منصوبے کو بروئے کار لانے کیلئے عمر ابن خطاب نہیں چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو یہ اطلاع ہو ملے کہ آں حضرت دنیا سے اٹھ گئے۔

تاریخ ابو الفدا اور ابن اثیر کا بیان ہے کہ

"جب آں حضرت فوت ہو گئے تو عمر فاروق تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے "منافقین گمان کرتے ہیں کہ رسول خدا نے وفات پائی قسم بخدا آپ فوت نہیں ہوئے بلکہ حضرت عیسیٰ کی طرح آسمان پر تشریف لے گئے ہیں خدا کی قسم آپ بہت جلد واپس آئیں گے"

اور جو لوگ آپ کی وفات کا دعویٰ کرتے ہیں ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالوں گا۔ اگر کوئی شخص میرے سامنے یہ ذکر کرے گا تو میں اس کی گردن اڑادوں گا۔"

جب عمر اچھی طرح دہشت پھیلا چکے اور لوگ خوف زدہ ہو کر اپنے گھروں میں پوشیدہ ہو گئے تو فوراً ہی ابوبکر اور اپنے ہم نوا اصحاب کو لے کر سقیفہ بنی ساعدہ کیلئے روانہ ہو گئے تاکہ وہاں ایک ایسا طویل المیعاد منصوبہ تیار کریں جو رفتہ رفتہ حقیقی اسلام کی جگہ ایک ایسے اسلام کو جنم دے سکے جو صرف خواہشات نفسانی کی تسکین اور حصول اقتدار مادی کا ذریعہ ہو۔

عمر کے خبر وفات سرور کائنات کو چھپانے کے واقعات تقریباً سب ہی مورخین و محدثین اہلسنّت نے لکھے ہیں صرف دو حوالے اور ملاحظہ ہوں۔

علامہ شہرستانی نے بھی اپنی کتاب ملل ونحل میں لکھا ہے
"حضرت عمر ابن خطاب نے کہا جو شخص کہے گا کہ رسول کا انتقال ہو گیا میں اس کو اپنی اس تلوار سے قتل کر دوں گا"

حضرت محدث شیرازی فرماتے ہیں
"حضرت عمر کے اس قول کو سن کر لوگ شک میں پڑ گئے کہ آں حضرت صلعم کا انتقال ہوا بھی یا نہیں"

عمر چاہتے کیا تھے؟

ہر ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ عمر ابن خطاب کے اس اقدام کا مقصد کیا تھا؟ درحقیقت اس سوال کا جواب وہ تمام کارروائیاں ہیں جو عمر نے بعد وفات سرور کائنات انجام دیں سر دست صرف اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ عمر اس وقت تک وفات سرور کائنات کی خبر چھپانا چاہتے تھے جس وقت تک وہ سقیفہ بنی ساعدہ میں دین خدا اور شریعت محمد مصطفےٰ کا جنازہ تیار کرلیں۔ یعنی انتخاب خلیفہ

شبلی متحیر ہیں کہ عمر نے نعش سرکائنات چھوڑ دی

عمر کے اس طرز عمل پر علامہ شبلی کو حیرت ہے کہ انھوں نے نعش سرور کائنات کو بے غسل و کفن چھوڑ دیا اور ایسے کام میں مصروف ہو گئے جو کسی صورت سے تجہیز و تکفین رسول سے زیادہ اہم نہ تھا۔ علامہ لکھتے ہیں

"آں حضرت نے انتقال فرمایا تو فوراً خلافت کی نزاع پیدا ہوگئی اور اس بات کا انتظار نہ کیا گیا کہ پہلے رسول اللہ صلعم کی تجہیز و تکفین سے فراغت حاصل کرلی جائے۔ کس کے قیاس میں آسکتا ہے کہ رسول اللہ انتقال فرمائیں اور جن لوگوں کو ان سے عشق و محبت کا دعویٰ ہو وہ ان کو بے گور و کفن چھوڑ کر چلے جائیں اور اس بندوبست

ہیں مصروف ہوں کہ مسند حکومت اوروں کے قبضہ میں نہ آجائے

تعجب پر تعجب یہ ہے کہ یہ فعل ان لوگوں سے (ابوبکر وعمر) سرزد ہوا جو آسمان اسلام کے مہر و ماہ تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اس فعل کی ناگواری اس وقت اور زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ جن لوگوں کو آں حضرت سے فطری تعلق تھا یعنی حضرت علیؑ اور خاندان بنی ہاشم ان پر فطری تعلق کا پورا اثر ہوا اور اس وجہ سے ان کو آں حضرت کے درد و غم اور تجہیز و تکفین سے ان باتوں کی طرف متوجہ ہونے کی فرصت نہ ملی (الفاروق ص

خلیفہ سازی کا پہلا طریقہ

سقیفہ بنی ساعدہ میں کیا ہوا؟

عمر ابن خطاب نے عام مسلمانوں کو توڑ ڈرا دھمکا کر گھروں میں محصور کیا اور اپنے ہم نوا لوگوں کو لے کر سقیفہ بنی ساعدہ پہونچ گئے خلافت کی بحث شروع ہوئی۔ بحث و مباحثہ نے حجت و تکرار کی صورت اختیار کی حجت و تکرار سے تلوار چلنے کی نوبت آنے ہی والی تھی کہ عمر ابن خطاب نے اپنے اس زریں مستقبل کو خطرہ میں دیکھ کر جلکے تصور میں یہ اسلام لائے تھے استحقاق و لیاقت کی بحث میں پڑے بغیر اعلان کر دیا کہ میں نے ابوبکر کو خلیفہ بنا دیا۔ بقول علامہ

"حضرت عمر نے یہ رنگ دیکھ کر دفعتاً ابوبکر کے ہاتھ میں ہاتھ دیدیا کہ سب سے پہلے میں بیعت کرتا ہوں"

(الفاروق صفحہ)

مسئلہ خلافت پر سقیفہ بنی ساعدہ میں ہونے والا تصادم اگرچہ وقتی طور پر عمر ابن خطاب کے اس اقدام سے دب گیا لیکن یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ عمر ابن خطاب کا یہی اقدام صبح قیامت تک مسلمانوں کے انتشار اور گمراہی کا سبب رہے گا اور فتنہ و فساد کی پرورش کرتا رہے گا۔

خود عمر ابن خطاب اپنے اس اقدام کے متعلق کہتے ہیں کہ

"ابوبکر کی بیعت ایک ناگہانی امر تھا اب جو کوئی ایسا کرے تو اس کو قتل کر دو"

(بخاری شریف، تحفہ اثنا عشریہ)

مختصر یہ کہ عمر نے آنحضرت کے ان واضح اعلانات کو جو یوم بعثت سے بعثت شب ہجرت، بموقع غزوہ تبوک، بموقع جنگ خندق اور بمقام غدیر خم فرما چکے تھے نظر انداز کر کے ابوبکر کو خلیفہ بنا دیا۔

ابوبکر کی حکومت کے استحکام کیلئے عمر کے انسانیت سوز مظالم

عمر ابن خطاب نے جس مقصد کے حصول کیلئے اسلام قبول کیا تھا وہ اسی وقت حاصل ہو سکتا تھا جب ابوبکر کی حکومت مستحکم ہو جائے اور تمام مسلمان

ان کو خلیفہ تسلیم کر لیں خصوصاً بنی ہاشم اور بنی ہاشم میں بھی حضرت علیؑ ۔ چنانچہ حصول بیعت کیلئے جو بھیانک مظالم روا رکھے گئے اس کا مختصراً کچھ تذکرہ ابو بکر کے حالات میں کیا جا چکا ہے ۔ یہاں صرف ان مظالم کا ذکر ہوگا جو خاندان رسالت پر ڈھائے گئے ۔

آں حضرت کی رحلت کے ایک ہفتہ کے اندر اندر جو عبرتناک واقعات پیش آئے ان کا تصور بھی روح فرسا ہے اس لئے ان سب کو نظر انداز کر کے صرف ابن قتیبہ کی کتاب امامت والسیاست کے چند اوراق پیش کئے جاتے ہیں ۔

"جب منکرین بیعت ابو بکر مسجد میں جمع تھے تو ابو بکر، عمر، ابو عبیدہ جراح ان کے پاس آئے ۔ جبکہ ابو بکر کی بیعت ہو چکی تھی تو عمر نے کہا میں تم کو یہاں جمع دیکھتا ہوں ۔ اٹھو اور ابو بکر کی بیعت کرو میں نے اور تمام بنی امیہ نے اس کی بیعت کر لی اور پھر سعد و عبد الرحمن اور ان کے ساتھی اٹھے اور انھوں نے بھی بیعت کر لی ۔ لیکن حضرت علیؑ اور عباس اور جو بنی ہاشم ان کے ساتھ تھے وہ بغیر بیعت کئے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے اور ان کے ساتھ زبیر ابن العوام بھی چلے گئے ۔ پس ان کی طرف حضرت عمر مع ایک جماعت کے جن میں اسید بن حضیر اور سلمہ بن شیم تھے گئے ۔ اور کہا چلو ابو بکر کی بیعت کرو ۔ انھوں نے انکار کیا زبیر بن عوام

تلوار لے کر نکلے۔ حضرت عمر گھبرا کر لوگوں سے کہنے لگے اس آدمی کو پکڑ لو۔ لوگوں نے زبیر کو پکڑ لیا سلمہ بن شیم نے اچھل کر تلوار چھین لی اور لوگ زبیر کو پکڑ کر لے گئے اس طرح زبیر نے بیعت کی۔

(خلیفہ کے روبرو حضرت علیؑ کی باطل شکن تقریر)

پھر حضرت علیؑ کو گرفتار کر کے حضرت ابوبکر کے پاس لے گئے حضرت علیؑ کہتے جاتے تھے کہ میں خدا کا مطیع بندہ ہوں اور رسول کا بھائی ــ آپ سے کہا گیا کہ ابوبکر کی بیعت کر لیجئے آپ نے جواب دیا

میں بیعت لینے کا تم سے زیادہ مستحق ہوں تم سے ہرگز بیعت نہ کروں گا۔ تم کو چاہیے کہ میری بیعت کر لو۔ تم نے انصار سے یہ امر خلافت اسی دلیل و حجت کے ساتھ لیا ہے کہ تم کو رسول خدا سے قرابت ہے جو انصار کو حاصل نہ تھی ــ اور اب ہم اہلبیت سے یہ امر خلافت غصب کرتے ہو۔ کیا تم نے انصار سے یہ بحث نہیں کی کہ تم اس امر کے ان سے زیادہ مستحق ہو کیونکہ محمدؐ تم میں سے تھے ــ اب میں تم پر وہی حجت قائم کرتا ہوں جو حجت تم نے انصار پر قائم کی تھی ــ ہم رسول خدا کے ان کی حیات و ممات

ہیں ولی وارث ہیں۔ پس اگر تم محمدؐ پر ایمان لائے ہو تو ہمارے ساتھ انصاف کرو ورنہ یہ ظلم جان بوجھ کر کر رہے ہو
عمر نے کہا ہم تم کو نہیں چھوڑیں گے جب تک تم بیعت نہ کر لو گے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا:
"وہ نفع تو حاصل کر لے جس میں تیرا حصہ ہے۔ تو آج ابوبکر کیلئے شدت کرتا ہے تاکہ کل وہ (خلافت) اسے تیری طرف پلٹا دے ___ عمر! خدا کی قسم میں تیرا قول کبھی نہ مانوں گا...... اے گروہ مہاجرین! محمدؐ کی ریاست و حکومت کو ان کے گھر سے نکال کر اپنے گھروں میں نہ لے جاؤ اور آنحضرتؐ کے اہلبیت کو ان کے مقام عزت سے نہ ہٹاؤ۔ قسم بخدا اے گروہ مہاجرین ہم تم سے اس امر خلافت کے زیادہ مستحق ہیں اور حقدار ہیں کیونکہ ہم اہلبیت رسولؐ ہیں۔ اگر کوئی علم قرآن کا عالم، فقیہ دین خدا، عالم سنت رسولؐ اور صاحب اطلاع امور رعایا، عادل، منصف جمہور کی تکالیف دور کرنیوالا ہے تو وہ ہم ہیں پس تم اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے اور حق سے بہت دور ہو جاؤ گے۔
بشیر ابن سعد انصاری نے کہا۔
اے علیؑ اگر انصار ابوبکر کی بیعت کرنے سے پہلے تم سے یہ گفتگو سنتے تو کبھی تمہاری مخالفت نہ کرتے ___ (اس کے بعد)

حضرت علیؑ مجمع سے بغیر بیعت کئے نکل آئے۔"
(کتاب امامت والسیاست جزو اول صـ ۱۱-۱۲ تاریخ خبیب السیر)

علمائے اہلسنت سے حضرت علیؑ سے ابو بکر کی بیعت

جناب سیدہؑ کے مکان میں آگ لگادی

رسولؐ کی بیٹی پر براہ راست ظلم و تشدد

لینے کیلئے عمر ابن خطاب کے روح فرسا مظالم اور جگر خراش واقعات کی پردہ پوشی نہ ہو سکی چنانچہ جناب سیدہ کے مکان میں آگ لگانے کے سلسلہ میں علامہ شبلی کو لکھنا پڑا

"درایت کے اعتبار سے اس واقعہ کے انکار کی کوئی وجہ نہیں حضرت عمر کی تندی اور تیز مزاجی سے یہ حرکت کچھ بعید نہیں"
(الفاروق صـ ۱۷)

طبری کا بیان یہ ہے کہ

عمر ابن خطاب حضرت علیؑ کے گھر آئے وہاں طلحہ، زبیر اور مہاجرین جمع تھے عمر نے کہا تم لوگ ابو بکر کی بیعت کیلئے چلو ورنہ ہم اس مکان میں آگ لگا دینگے (تاریخ طبری)

ابن قتیبہ کا بیان ہے کہ

ابو بکر نے بیعت نہ کرنے والوں کی تلاش شروع کی عمر نے حضرت علیؑ کے گھر پر آکر آواز دی (جب کوئی نہ نکلا) پھر عمر نے لکڑیاں منگوائیں اور کہا جس کے قبضۂ قدرت میں عمر کی جان ہے

تم لوگ باہر نکلو ورنہ میں اس گھر کو آگ لگا دوں گا۔ لوگوں نے کہا اس میں فاطمہؑ بنت رسول بھی ہیں حضرت عمر نے جواب دیا "ہوا کریں" مجھ کو ان کی پرواہ نہیں ہے ــ حضرت علیؑ نے کہا میں نے قسم کھائی ہے جب تک قرآن کو جمع نہ کر لوں گا گھر سے باہر نہ نکلوں گا۔ اور اپنے کندھے پر ردا نہ ڈالوں گا۔

حضرت فاطمہ دروازہ پر آکر کھڑی ہو گئیں اور فرمایا میں تم ایسی قوم سے سروکار نہیں جو اتنی بدی کرتی ہے۔ تم نے رسول کے جنازے کو ہمارے درمیاں چھوڑ دیا اور چلے گئے اور اس امر کا خود ہی فیصلہ کر لیا اور ہم سے پوچھا تک نہیں ہمارا حق غصب کر لیا۔

(یہ سن کر) عمر واپس آئے اور ابوبکر سے کہا تم خود جا کر اس متخلف سے بیعت لو (عمر کے کہنے سے ابوبکر نے اپنے غلام کو بھیجا لیکن حضرت علیؑ نہیں نکلے) پھر عمر ایک جماعت کو لے کر حضرت فاطمہؑ کے دروازہ پر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔

جب حضرت فاطمہؑ نے سنا تو آواز سے فریاد کی۔

"اے بابا، اے رسول خدا آپ کے بعد ہم کو ابن خطاب اور ابن ابی قحافہ سے کیا کیا مصائب دیکھنا نصیب ہوئے"

جب لوگوں نے جناب سیدہ کی گریہ وزاری کی آواز

سنی تو ان میں سے کچھ لوگ تو واپس ہو گئے لیکن عمر ابن خطاب
کچھ لوگوں کے ساتھ موجود رہے اور زبردستی دروازہ کو توڑ
کر، گھر میں داخل ہو گئے۔ حضرت علیؑ کو رسّی سے باندھ کر،
گرفتار کر کے ابو بکر کے پاس لے گئے۔

(کتاب الامامت والسیاست صفحہ ۱۳)

طول کے خوف سے وہ تمام اقتباسات نظر انداز کیے جاتے ہیں
جو اس بات کے شاہد ہیں کہ عمر ابن خطاب نے بنت رسول کے مکان
میں آگ لگائی۔ دروازہ گرا دیا جس کی وجہ سے بنت رسول کا پہلو
شکستہ ہو گیا اور بطن مادر ہی میں جناب محسن کی شہادت واقع ہوئی
چند مصنفین کی فہرست دی جا رہی ہے جنھوں نے ان واقعات کا تذکرہ کیا ہے۔

(۱) محمد ابن جریر طبری (۲) واقدی (۳) عثمان ابن ابی شیبہ (۴) ابن عبدربہ
(۵) ابن خزابہ (۶) صاحب کتاب محاسن والنفاس الجواہر (۷) عبداللہ
ابن ابی شیبہ (۸) علامہ بلاذری (۹) ابن عبد البر (۱۰) ابو بکر جوہری
(۱۱) قاضی جمال الدین (۱۲) مورخ ابو الفدا (۱۳) ابن قتیبہ دینوری
(۱۴) امام ابراہیم ابن عبداللہ یمنی الشافعی (۱۵) امام جلال الدین سیوطی
(۱۶) ملا علی متقی (۱۷) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۸) صاحب مروج الذہب

جناب سیدہ

ابن قتیبہ نے اپنی کتاب میں اس
گفتگو کو بھی نقل کیا ہے جو تشدد

ابو بکر اور عمر سے سخت ناراض

کرنے کے بعد ابو بکر اور عمر نے معذرت

..... کے طور پر جناب سیدہ سے کی ۔ جناب سیدہ نے جو جو
مرحمت فرمایا اگر اس پر ٹھنڈے دل سے غور کر لیا جائے تو یقیناً
صراط مستقیم حاصل ہو سکتی ہے ۔ ابن قتیبہ لکھتا ہے
"(ابو بکر اور عمر) حضرت فاطمہؑ کے پاس آئے تو حضرت فاطمہؑ
نے ان کی طرف سے منھ پھیر لیا۔ ان دونوں کے سلام کا
جواب نہیں دیا اور فرمایا کیا تم دونوں چاہتے ہو کہ تم کو
رسول خدا کی ایک ایسی حدیث سناؤں جس کو تم جانتے ہو
انھوں نے عرض کی "سنائیے" ۔ حضرت فاطمہ زہراؑ نے
ان کو قسم دے کر کہا سچ بتاؤ کیا تم نے رسول کو فرماتے
سنا ہے کہ فاطمہؑ کی خوشنودی میری خوشنودی ہے اور فاطمہؑ
کا غضب میرا غضب ہے اور جس نے میری بیٹی فاطمہ سے محبت
کی اسنے مجھے محبت کی اور جس نے فاطمہؑ کو راضی رکھا اس
نے مجھ کو راضی رکھا اور جس نے فاطمہؑ کو آزردہ کیا اسنے
مجھے غضبناک کیا ۔ ان دونوں نے کہا ہم نے سنا ہے
اس پر جناب سیدہ نے فرمایا کہ میں خدا کو اور اس کے ملائکہ کو
گواہ کر کے کہتی ہوں کہ تم دونوں نے مجھے خوش نہیں رکھا بلکہ
سخت ناراض کیا میں جب رسول خدا سے ملوں گی تو تم دونوں
کی شکایت کروں گی ۔ یہ سن کر ابو بکر تو رونے لگے ۔
اور جناب فاطمہؑ کہتی جاتی تھیں قسم بخدا میں ہر نماز میں تم دونوں

کیلئے بد دعا کر دوں گی ۔۔ "

(کتاب امامت و السیاست جز اول صفحہ ۱۳-۱۴)

نبیؐ کی مسند اور علیؑ کی خلافت کے بعد فاطمہؑ کی جائیداد پر قبضہ،

انکار بیعت کی وجہ سے صرف اسی پر اکتفا نہیں کی گئی کہ جبر بیعت لینے کی کوشش کی جائے بلکہ ایک مکمل منصوبہ کے تحت اس بات کی بھی کوشش کی گئی کہ آل محمدؐ دانہ دانہ کو محتاج ہو جائیں چنانچہ ابو بکر اور عمر نے جناب فاطمہ زہراؑ کو ان کے مملوکہ علاقہ فدک سے بہ جبر بے دخل کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ اس ثبوت کیلئے کہ علاقہ فدک جناب سیدہ کی ذاتی جائیداد تھی جو ایک مکمل تحریری ہبہ نامہ کی صورت میں آں حضرت نے بحکم الٰہی سیدہ طاہرہ کو عطا کی تھی کتب اہل سنت کا مطالعہ ضروری ہے

ثبوت ہبہ فدک

علامہ جلال الدین سیوطی تفسیر در منثور میں لکھتے ہیں۔

"بزاز۔ ابو یعلی اور ابو حاتم نے ابو سعید سے روایت کی ہے کہ جب "یہ حکم الٰہی آیا کہ اے رسول اپنے قرابت داروں کو ان کا حق پہونچا دو" تو آں حضرت نے فدک کی جائداد حضرت فاطمہؑ کو ہبہ کر دی "

اس واقعہ کو تقریباً سب ہی مورخین و محدثین و مفسرین اہل سنت نے لکھا ہے مثلاً امام حاکم، ملا علی متقی، ملا معین ہردی

ثم لاہوری، محمد بن اسمٰعیل بخاری وغیرہ وغیرہ — صرف ایک اور
عبارت ملاحظہ ہو جو ملا معین کی کتاب معارج النبوۃ کے رکن [چہارم]
سے نقل کی جا رہی ہے۔

"آں حضرت نے نواحی خیبر میں حضرت علیؑ کو بھیجا۔ وہاں اس
بات پر مصالحت ہو گئی کہ لڑائی نہیں ہو گی کوئی قتل نہیں کیا
جائے گا اور اس سلسلہ میں علاقہ فدک آں حضرت کے سپرد
کر دیا جائے گا چونکہ علاقہ فدک فوج کی مدد کے بغیر آں حضرت کے
قبضہ میں آیا تھا اس لئے یہ آپ کی ذاتی جائداد قرار پایا۔
پس جبرئیل امین نازل ہوئے اور خدا کا پیغام پہونچایا کہ
اے رسول اپنے قرابتداروں کا حق ان کو دیدو اور جو حصہ
خدا اور خدا کے رسول کا ہے وہ بھی دیدو پس آں حضرت نے
جناب فاطمہؑ کے حق میں ایک وثیقہ لکھ دیا۔
یہ وہی وثیقہ تھا جو جناب فاطمہؑ نے وفات رسول کے بعد
ثبوت کے طور پر ابوبکر کے سامنے پیش کیا تھا"

تقریباً یہی عبارت تاریخ حبیب السیر اور روضۃ الصفاء
میں بھی موجود ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے آں حضرت نے تحریری
ہبہ نامہ کے ذریعہ علاقہ فدک جناب صدیقہؑ طاہرہ کو عطا کر دیا تھا
جس پر وہ قابض اور متصرف تھیں۔

غصب فدک اور جناب سیّدہ کا مطالبہ واپسی ۱۱؁ھ

علمائے اہلسنّت کے بیانات سے یہ تو ثابت ہی ہے کہ آں حضرت نے ۷؁ھ میں بحکم الٰہی علاقہ فدک جناب فاطمہ زہرا کے حوالہ کر دیا تھا۔ اس علاقہ پر بعد وفات سرور کائنات ابو بکر اور عمر نے قبضہ کر لیا۔ جناب صدّیقہ طاہرہ نے احقاق حق کیلئے دعویٰ کیا اور حکومتِ وقت کے غاصبانہ تصرف کے خلاف سخت صدائے احتجاج بلند کی۔ حسب صحیح بخاری کتاب الخمس فرض الخمس طبع مصر جزو ثانی صفحہ ۱۲۲ اور کتاب فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۴۴ و صفحہ ۴۵ جناب صدّیقہ طاہرہ نے دو مطالبے ابو بکر کے سامنے پیش کئے۔

۱۔ علاقہ فدک آں حضرت مجھکو عطا فرما گئے تھے لہذا میری املاک مجھے واپس کرو۔

۲۔ خمسِ خیبر و اقطاع حوالی مدینہ بحیثیت وارث رسول میرا حق ہے تمہارا نہیں لہذا مجھکو دو۔

اب محترم ناظرین یہ بھی دیکھتے چلیں کہ جناب صدّیقہ نے اپنی صداقت کیلئے جو گواہیاں پیش کیں ان کا کیا حشر ہوا اور اس حدیث کی حیثیت کیا ہے جو ابو بکر نے بلا ثبوت و شہادت سنا دی

(جناب صدّیقہ کا گواہ پیش کرنا)

شارح مواقف کا بیان ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں

"حضرت ابو بکر سے جناب فاطمہ نے فدک کا دعویٰ کیا اس بناء

پر کہ جناب رسول خدا صلعم ان کو علاقہ فدک عطا کر گئے ہیں۔
اور حضرت علیؑ مرتضیٰ، امام حسنؑ، امام حسینؑ اور ام ایمنؓ کی
گواہیاں گذاریں۔ ابو بکر نے ان کی گواہی کو نہ مانا"
ابراہیم بن عبد اللہ یمنی الشافعی کتاب اکتفاء میں لکھتے ہیں
"جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور فرمانے لگیں
کہ جناب رسالتمآب صلعم نے مجھے فدک عنایت کیا تھا۔
ابو بکر نے کہا "آپ کے پاس اس کا ثبوت کیا ہے؟" پس
جناب علیؑ مرتضیٰ تشریف لائے اور آپ نے حضرت فاطمہؑ
کی گواہی دی۔ پھر ان کے بعد ام ایمن آئیں انھوں نے ابو بکر کو
مخاطب کر کے فرمایا
کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ میں بقول رسول اہل
جنت سے ہوں۔ ابو بکر نے کہا "ہاں" پھر ام ایمن نے کہا کہ
میں گواہی دیتی ہوں کہ فدک آں حضرت نے جناب فاطمہؑ کو
عطا کیا تھا۔
ابو بکر نے کہا کیا آپ سمجھتی ہیں کہ میں ایک مرد اور ایک عورت
کی شہادت پر آپ کے قضیہ کا فیصلہ کر دوں گا"
امام فخر الدین رازی صاحب تفسیر کبیر نے گواہوں کے ذیل میں ایک
غلام کا بھی تذکرہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں
"پس ام ایمن اور ایک غلام رسول اللہ صلعم نے بھی گواہیاں

دیا ۔۔۔ لیکن وہ بھی رد ہوئیں ،،

بہر طور ابو بکر نے بلا عذر معقول گواہ رد کر دیئے یہ دوسری بات ہے کہ جناب صدیقہ طاہرہ نے گواہوں میں ان افراد کو کو بھی پیش کیا تھا جن کو تصدیق رسالت کیلئے کفار قریش اور علمائے نجران کے مقابلہ میں آں حضرت پیش فرما چکے تھے۔ اور کفار قریش و علمائے نجران نے ان کو قبول کر لیا تھا

(ابو بکر کی مخالفت قرآن حدیث)

جناب صدیقہ کا دوسرا مطالبہ اموال دہجائید اد رسول اور رقوم خمس کا تھا اس کے جواب میں ابو بکر نے کہا کہ میں نے رسول سے سنا ہے کہ

"ہم گروہ انبیاء نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کسی کو وارث بناتے ہیں جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے ،،

اس حدیث کی حقیقت کیا ہے اس کو سمجھنے کیلئے ان بکثرت علمائے اہلسنت میں سے چند کے نام پیش کئے جاتے ہیں جو اس حدیث کو غریب اور لائق اعتبار نہیں سمجھتے

امام المحدثین شیخ محمد ابن اسمٰعیل بخاری ۔۔۔ امام مالک ۔۔۔ صاحب مسلم ۔۔۔ علامہ حجر عسقلانی ۔ امام جوہری ۔۔۔ علامہ ابن ابی الحدید معتزلی ۔۔۔ قاضی ابن تیمہ وغیرہ وغیرہ ۔۔۔

پھر لطف کی بات تو یہ ہے کہ یہ حدیث قران مجید کی ضد ہے خداوند عالم نے قرآن میں انبیاء کے میراث پانے اور وارث

چھوڑنے کا واضح تذکرہ کیا ہے جس کو جناب صدیقہ طاہرہ نے دربار
خلافت میں بھی بیان فرمایا۔

فدک کی واپسی کا وثیقہ ابوبکر نے لکھا عمر نے چاک کر ڈالا

اس ڈر سے کہ کہیں عام مسلمان خصوصاً مانعین زکوٰۃ صدیقہ طاہرہ کے دلائل سن کر خلیفہ سے بدظن ہو کر کوئی اقدام نہ کر بیٹھیں بحث
ومباحثہ کے بعد ابوبکر نے فدک کی واپسی کا وثیقہ لکھ کر جناب فاطمہ
کو دے دیا تھا۔ علامہ سبط ابن جوزی نے اس واقعہ کو اپنی کتاب
میں لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں

"صدیقہ کے دلائل سن لینے کے بعد، ابوبکر منبر سے نیچے آئے
اور فدک کی واپسی کا وثیقہ لکھ کر جناب فاطمہ کے حوالہ کر دیا۔
اسی اثناء میں عمر ابن خطاب آ گئے اور پوچھا "یہ کیا ہے؟" ابوبکر
نے کہا میں نے فدک کی واپسی کا وثیقہ لکھ کر دے دیا ہے۔
عمر نے کہا پھر ان مسلمانوں کا کیا کرو گے جو تمہارے واسطے ان
سے لڑائیاں لڑے یہ کہہ کر وثیقہ پھاڑ ڈالا۔"

ملا معین ہروی کی معارج النبوۃ، تاریخ حبیب السیر اور تاریخ روضۃ الصفا
میں بھی یہ واقعہ موجود ہے

اور علامہ جوزی کی اسی عبارت کو امام نور الدین علی ابن برہان الدین حلبی
شافعی نے بھی اپنی کتاب "انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون" میں بھی نقل

فدک کی واپسی کا وثیقہ ایک سیاسی چال

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ابوبکر کے نزدیک جناب صدیقہ کی پیش کی ہوئی گواہیاں قابلِ اعتبار نہ تھیں نیز ابوبکر حدیث "لانورث" کے واحد عالم تھے تو پھر انھوں نے فدک کی واپسی کا وثیقہ کیوں لکھ دیا۔؟

دراصل یہ سب کچھ ایک سیاسی چال اور ملی بھگت تھی۔ مقصد صرف یہ تھا کہ وثیقۂ واپسی فدک لکھ دینا حکومت کا اقدام سمجھا جائے اور عمر کا اس کو چاک کر ڈالنا انفرادی فعل تصور کیا جائے ___ اور جمہور مسلمین کم از کم حکومت کے اقدام پر مطمئن ہو ہی جائیں ___ اگر ایسا نہ ہوتا تو ابوبکر کا فرض تھا کہ وہ جناب صدیقہ کو دوسرا وثیقہ لکھ دیتے اور عمر کو ان کی گستاخی پر سخت سزا دیتے لیکن تاریخ نہیں بتاتی کہ ابوبکر نے عمر سے کوئی معمولی سی بھی باز پرس کی ہو۔

فدک نہ واپس کرنے کی اصل وجہ

فدک واپس نہ کرنے کی اصل وجہ علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے بتائی وہ لکھتے ہیں

میں نے اپنے استاد علی ابن علی فارقی معلم مدرسہ عربیہ بغداد سے پوچھا کہ "آیا جناب فاطمہ اپنے دعوے میں سچی تھیں؟" شیخ نے جواب دیا "ہاں" ___ میں نے عرض کی

گر ابو بکر نے تو انھیں فدک واپس نہیں کیا حالانکہ وہ ان کے
نزدیک سچی تھیں۔ یہ سن کر شیخ مسکرائے اور جواب دیا
اگر حضرت ابو بکر بمجرد طلبی حضرت فاطمہؑ کو فدک دے دیتے
پھر وہ دوسرے دن تشریف لاتیں اور اپنے شوہر کیلئے خلافت
کی دعویدار ہوتیں اور ان کو ان کے منصب سے معزول
کرنا چاہتیں۔ اور حضرت ابو بکر ان کو ایسا کرنے سے
باز رکھنے کیلئے کوئی عذر نہیں کر سکتے تھے اور نہ مدافعت
کیونکہ وہ تو اپنے نفس میں سمجھ چکے تھے کہ جناب فاطمہ جس
شئے کا دعویٰ کریں وہ سب سچ ہے۔
(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی)

سقیفہ سے کربلا تک

اہلسنت کے زبردست عالم
شمس العلماء مولانا نذیر احمد صاحب
نے اپنی کتاب "رویائے صادقہ" صـ۱۵۲ میں سقیفہ سے کربلا تک پیش
آنے والے ان تمام مظالم کا تذکرہ کیا ہے جو یا تو خود ابو بکر اور عمر نے
ڈھائے تھے یا ان کے اسباب فراہم کئے تھے۔ مولانا کی عبارت سے
معلوم ہوتا ہے کہ کربلا میں جو کچھ ہوا وہ ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے
تحت ہوا جس کی پہلی کڑی واقعہ سقیفہ تھی پھر غصب فدک احراق
خانہ سیدہ، شہادت جناب معصومہ، شہادت حضرت علیؑ اور شہادت
امام حسن کے جگر خراش واقعات تدریجاً ظہور پذیر ہوتے رہے

یہاں تک کہ واقعہ کربلا رونما ہوا ـــــ نذیر احمد لکھتے ہیں

"جو شخص (وفات رسول سے) سب سے زیادہ متاذی ہوا وہ
جناب فاطمہ زہرا تھیں۔ والدہ پہلے انتقال فرما چکی تھیں
اب ماں اور باپ دونوں کی جگہ پیغمبر صاحب تھے۔ اور
باپ بھی کیسے دین و دنیا دونوں کے بادشاہ۔ ایسے باپ
کا سایہ سر سے اٹھ جانا اس پر علیؑ کا خلافت سے محروم
رہنا نمک بر جراحت تھا ترکہ پدری باغ فدک کا دعویٰ کرنا
اور مقدمہ کا ہار جانا۔ کسی دوسرے کو ایسے پیہم صدمات پہونچتے
تو زہر کھا کر مر رہتا۔ مگر ان کے صبر و ضبط انکے ساتھ تھے پھر
انھیں رنجوں میں گھل گھل کر چھ مہینہ کے اندر اندر انتقال
فرما گئیں۔ اور جتنے دن زندہ رہیں ان لوگوں سے جنھوں نے
رنج دیئے تھے (ابو بکر اور عمر) سے نہ بولیں اور نہ بات کی
یہاں تک کہ ان لوگوں کو اپنے جنازے پر آنے کی منادی کرادی
اور شب کے وقت مدفون ہوئیں "انا للہ و انا الیہ راجعون"
مانا کہ ان کا غصہ کسی قدر بے جا بھی ہوتا۔ تاہم ان کے باپ
کے حقوق کیا چاہیے تھے۔ فاطمہ کے دل غمزدہ کو خوش کرنے
کیلیے علیؑ کو اگر وہ اہل بھی نہ تھے برائے نام خلافت دیدی
ہوتی اور آپ انتظام کیا ہوتا۔ خیر خلافت تو کون دیتا تھا۔
مگر باغ فدک کے دینے میں ایسی کون سی قباحت تھی۔

غایتہ المانی الباب حدیث "معاشر الانبیاء لانورث
ما ترکناہ صدقہ" کے خلاف بھی ہو
گناہ ہوتا تو فاطمہؑ کو ہوتا کہ وہ سیدانی ہو کر صدقہ کھائیں
(حاشیہ :۔ ڈاکٹر نذیر احمد سنی ہونے کے باوجود یہ عقیدہ
ہیں کہ اہلبیت پر صدقہ حرام ہے لیکن مولف شہید انسانیت
نے اس امر کو ملحوظ نہ رکھا جس کی وجہ سے اہل یقین
سے بجا طور پر بدگمان ہیں)

سخت افسوس کی بات ہے کہ اہلبیت نبوی کو پیغمبر
کی وفات کے بعد ایسے ناملائم اتفاقات پیش آئے کہ ان
وہ ادب اور لحاظ جو ہونا چاہئے تھا اس میں ضعف
اور وہ شدہ شدہ منجر ہوا اس ناقابل برداشت
کربلا کی طرف جس کی نظیر تاریخ میں ملنی مشکل ہے وہ ایسی
حرکت مسلمانوں سے ہوئی ہے اگر سچ پوچھو تو دنیا میں
دکھانے کے قابل نہیں رہے ۔ (رویائے صادقہ ص ۱۲۲)

خلیفہ سازی کا دوسرا طریقہ

عمر ابن خطاب مسلمانوں پر کیسے مسلط ہوئے

چونکہ یہ مضمون تخمینہ سے زیادہ طو
ہوتا جا رہا ہے اس لئے ان تمام
کو نظر انداز کر کے جو عہد ابو
ہیں عمر ابن خطاب کے ہاتھوں اسلام اور مسلمانوں خصوصاً

علی ابن ابی طالبؑ (یعنی شیعوں) پر ڈھائے گئے۔ صرف یہ بتانا ہے کہ کن حالات میں کس حکمت عملی کے تحت کس طرح ظاہری طور پہ بھی خلیفہ بن کر عمر ابن خطّاب برسر اقتدار آئے اور پھر انھوں نے کیا کیا؟

ابو بکر کشمکش میں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابو بکر کو طے شدہ منصوبہ کے تحت عمر ابن خطّاب کو اپنا جانشین مقرر کرنے میں سخت کشمکش کا سامنا کرنا پڑا۔ ابو بکر عمر کی اس تندی اور شعلہ مزاجی سے واقف تھے جو کمزوروں کے مقابل ظاہر ہوا کرتی تھی۔ عمر کی ترش مزاجی کے متعلق امام اہلسنت عبد الشکور لکھتے ہیں۔

۱۔ "مزاج مبارک میں سختی زیادہ تھی غصہ جلدی آجاتا تھا"

۲۔ "جب آپ خلیفہ ہوئے تو لوگ آپ کی سخت گیری سے اس قدر خوف زدہ ہوئے کہ گھر سے باہر نکل کر بیٹھنا چھوڑ دیا"

(خلفائے راشدین صـ ۹۶)

بہر حال ابو بکر جانتے تھے کہ مسلمان کسی قیمت پر عمر کا خلیفہ ہونا پسند نہ کریں گے۔ محمد حسین ہیکل نے ابو بکر کی ان الجھنوں کو نہایت ہی سنوار کر لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں

"مرض الموت میں ابو بکر کو سب سے بڑا فکر مسلمانوں کے مستقبل کا تھا ان کی نظروں کے سامنے سے پچھلے واقعات

ایک ایک کر کے گذر رہے تھے۔ رسول اللہ کی وفات کے معاً بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں مہاجرین اور انصار کے درمیان خلافت پر جھگڑا برپا ہو گیا تھا ــــــ''

مرض الموت میں ابو بکر کا دل برابر انھیں افکار کی جولاں گاہ رہا۔ انھوں نے تمام حالات کا بغور جائزہ لیا ــــــ

ان کے خیال میں صرف عمر ابن خطاب کی ذات ایسی تھی جو صحیح معنوں میں ان کی جانشینی کے فرائض انجام دے سکتی تھی لیکن انھیں خطرہ تھا کہ مشورہ لئے بغیر عمر کی نامزدگی لوگوں پر گراں گذرے گی اور مسلمان اس انتخاب کو اچھی نظروں سے نہ دیکھیں گے''

(ابو بکر ۴۴۵ صہ ۴۴۶)

اس کے بعد ہیکل نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو بکر نے عبد الرحمٰن اور عثمان کے سامنے اپنی تجویز پیش کی اور جب ان دونوں کو ہموار کر چکے تو ہدایت کی اس گفتگو کو راز میں رکھنا۔ بہر طور جب مسلمانوں کو اندازہ ہوا کہ ابو بکر اپنے ''محسن'' اور اپنے ''خلیفہ گر'' کو اپنا جانشین بنانے والے ہیں تو ان میں نفرت اور حقارت کی لہر دوڑ گئی۔ مسلمانوں پر ابو بکر کی تجویز کا جو کچھ رد عمل ہوا وہ ہیکل کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے۔ وہ لکھتے ہیں

''جب صحابہ نے یہ سنا کہ ابو بکر، اپنے بعد کیلئے عمر کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں تو انھیں بے حد فکر پیدا ہوا کیونکہ عمر کی

سختی ضرب المثل تھی اور انھیں خطرہ تھا کہ مبادا
ان کے خلیفہ بن جانے سے مسلمانوں میں افتراق پیدا
ہوجائے گا۔ ان لوگوں نے مشورہ کیا کہ ابوبکر کے پاس جاکر
انھیں اس رائے سے باز رکھنے کی کوشش کی جائے۔
چنانچہ ان لوگوں کا ایک وفد اجازت لے کر ان کی خدمت
میں حاضر ہوا۔ اور وفد کے قائد طلحہ بن عبد اللہ نے عرض
کیا ہم نے سنا ہے کہ آپ عمر ابن خطاب کو اپنا جانشین
مقرر کر رہے ہیں اگر یہ ٹھیک ہے تو جب اللہ آپ سے عمر کو
خلیفہ بنانے پر باز پرس کرے گا تو آپ اسے کیا جواب دینگے؟
آپ کی موجودگی میں تو وہ لوگوں سے جس طرح پیش آتے ہیں اس
کا حال آپ پر عیاں ہے مگر آپ کے بعد تو ان کے ظلم و ستم کی
کوئی حد نہ ہوگی"
یہ سن کر ابوبکر کو طیش آیا اور بخار کی حالت میں چلا کر بولے
"مجھے بٹھاؤ"
چنانچہ آپ کو بٹھایا گیا آپ نے لوگوں کی طرف منھ کرکے فرمایا
"کیا تم لوگ مجھے اللہ کے غضب سے ڈراتے ہو"
اس کے بعد طلحہ سے مخاطب ہو کر بولے "جو کچھ میں نے اس
وقت کہا ہے اسے دوسرے لوگوں تک پہونچا دینا" اس
تیز و تند گفتگو کے بعد ابوبکر دوبارہ بستر پہ دراز ہوگئے (ابو بکر صفحہ ۱۴۲، ۱۴۳
طبع لاہور

ایک سوال

اس مقام پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ عمر نے بوقت وفات سرورِ کائنات آنحضرت کے ارشاد کو "ھذیان" سے تعبیر کیا تھا لیکن وہی عمر ابن خطاب ابو بکر کی واقعی ہذیانی گفتگو کو ہذیان نہیں کہتے۔ کیوں؟

بات یہ ہے کہ آں حضرت کے ارشاد کو ہذیان کہہ کر آں حضرت کے قول کو کمزور کرنا تھا تاکہ علیؑ کے بجائے ابو بکر کو خلیفہ بنانے میں مدد ملے اب اگر یہاں بھی وہی حربہ استعمال کر کے ابو بکر کو "ھذیان گو" کہہ دیتے تو خود ان کی خلافت معرضِ خطر میں پڑ جاتی اس لئے کہ ابو بکر خود ان کو خلیفہ بنا رہے تھے۔

بہرحال طلحہ کی قیادت میں جو وفد آیا تھا اس کے دوسرے روز، عبدالرحمٰن بن عوف ابو بکر سے ملے۔ عبدالرحمٰن اور ابو بکر کی گفتگو نقل کرنے کے بعد ہیکل نے ابو بکر کا حسبِ ذیل جواب نقل کیا ہے:

"میں نے تمہارا امیر اس شخص کو مقرر کیا ہے جو میرے نزدیک تم سب سے بہتر ہے۔ لیکن یہ سنتے ہی تم میں سے ہر شخص کا منھ سوج جاتا ہے اور وہ میرا انتخاب ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے" (ابو بکر ص ۲۴۹)

آخر کار ابو بکر نے عثمان بن عفان (جو سلسلہ ثلاثہ کی تیسری کڑی بننے والے تھے) کو بلوا کر حکم دیا کہ جو کچھ میں لکھواؤں وہ لکھو تفصیل محمد حسین ہیکل کے قلم سے ملاحظہ کیجئے:۔

بعض رُوایات میں آتا ہے کہ ابو بکر نے عثمان کو وصیت لکھوانی شروع کی جب ان الفاظ پر پہونچے "میں تم پر خلیفہ بناتا ہوں" تو ان پر غشی طاری ہو گئی۔ عثمان کو ابو بکر کا منشاء معلوم ہی تھا انھوں نے (ابوبکر) ان کی غشی ہی میں یہ الفاظ لکھ دیئے

"میں عمر خطاب کو تم پر خلیفہ مقرر کرتا ہوں۔ الخ"

جب ابوبکر کی غشی دور ہوئی تو انھوں نے فرمایا

"جو میں نے لکھوایا تھا اُسے دوبارہ پڑھو"

جب عثمان نے پوری عبارت پڑھی تو ابو بکر نے "اللہ اکبر" کہا اور فرمایا "معلوم ہوتا ہے کہ تمھیں ڈر تھا کہ اگر غشی میں میری جان نکل گئی اور میں پوری وصیت نہ لکھا سکا تو لوگوں میں خلیفہ کے بارے میں اختلاف پیدا ہو جائیگا"

عثمان نے کہا

آپ درست فرماتے ہیں میرا یہی خیال تھا

ابو بکر نے عثمان کی لکھی ہوئی عبارت برقرار رکھی اور فرمایا

"اللہ تمھیں اس کی بہترین جزا دے"

ابو بکر ص۱۴۴ و ص۱۴۵

اللہ نے جزا دی یا نہیں یہ تو کسی کو معلوم نہیں لیکن عمر ابن خطاب نے ضرور ایسا انتظام کر دیا کہ ان کے بعد سوائے عثمان کے اور کوئی خلیفہ ہو ہی نہ سکے اس کی تفصیل عثمان کے حالات میں بیان ہو گی

بہر طور ابو بکر کا وصیت نامہ لکھوانا اور عثمان کا اپنی طرف سے
لکھ دینے کا تذکرہ تاریخ خمیس، صواعق محرقہ، روضۃ
ازالۃ الخفا، صحیح ترمذی اور مستدرک، وغیرہ میں تفصیل سے
یہ واقعہ ہے کہ عمر کے خلیفہ ہونے میں عثمان کا پورا پورا
بہر طور حسب تحریر امام اہلسنت مولانا عبد الشکور ابو بکر
خانہ سے اور حسب تحریر مورخ طبری ابو بکر نے پائخانہ
عمر کا اعلان فرمایا۔

ابن قتیبہ کہتا ہے کہ جب عمر وصیت نامہ لے کر ابو بکر
سے خلیفہ بن کر باہر نکلے تو لوگوں نے دریافت کیا
"یہ کیسی تحریر ہے تو عمر نے تجاہل عارفانہ کیا
لوگوں نے اعلانیہ کہنا شروع کیا کہ کل تم نے ابو بکر کو
تھا آج ابو بکر نے تم کو بنا دیا"
(امامت والسیاست ابن قتیبہ)

یہ نکتہ بھی خالی از دلچسپی قارئین نہ ہوگا کہ جب سرور کائنات
فرمان واجب الاذعان تحریر کرنے کیلئے قلم و دوات طلب فر
وقت کسی صحابی رسول کو پابندی حکم رسول کی سعادت حاصل کر
نہ ہوئی بمقابلہ رسول حکم خلیفہ اول کے حکم کی پابندی کی گئی اب یہاں پر
کو بجا لانیوالے نے کس کو افضلیت کا درجہ دیا" رسول کو یا خلیفہ اول
علیؑ کے بڑھانیوالے بعد میں ہیں یہاں پہلی ہی منزل پہ کون کس کو بڑھا

ابو بکر کی معنی خیز دعا

جب ابو بکر عمر کو خلیفہ بنا چکے تو کچھ ہدایات کیں اور جو دعا دی وہ ہیکل کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے

"اے اللہ ان کے امیر (عمر) کو نیک اعمال بجالانے کی صلاحیت عطا فرما اسے خلفائے راشدین میں سے بنا اس کی رعایا کو بھی اس کا مطیع و فرمانبردار بنا"

(ابو بکر ص۵۲۴)

تخت خلافت پر جلوہ گر ہوتے ہی ہمشیرہ ابو بکر پر ہاتھ صاف کیا

عمر ابن خطاب نے خلیفہ بن کر جو پہلا یا کارنامہ انجام دیا وہ انتہائی عبرت خیز ہے۔ کتب تاریخ وسیر بتاتی ہیں کہ ابو بکر کی موت کے بعد جب ان کی صاحبزادی ام المسلمین عائشہ اور ان کی ہمشیرہ ام فروہ نے گریہ وزاری شروع کی تو عمر نے رونے سے منع کیا لیکن جب یہ دونوں رونے سے باز نہ آئیں تو

"حضرت عمر نے ہشام بن ولید کو بلا کر حکم دیا کہ تم گھر میں گھس کر ہمشیرہ ابو بکر کو پکڑ لاؤ ۔۔۔ ہشام نے تعمیل حکم کی جب ہمشیرہ ابو بکر کشاں کشاں باہر نکالی گئیں تو عمر نے ان کو کوڑے مار کر چپ کیا"

(تاریخ کامل جلد ۲ ص۶۱)

عمر ابن خطاب کے "کوڑے بازی" کے دلچسپ مگر عبرت انگیز

واقعات سے اہلسنّت کی کتابیں پُر ہیں جن کو طول کے ڈر سے ترک کیا جاتا ہے

اہل سنّت کے خلیفہ دوم کی علمی لیاقت

اب قارئین اہلسنّت کے خلیفہ دوم عمر ابن خطّاب کی علمی لیاقت کا بھی مطالعہ کرتے چلیں اور داد دیں خلیفہ کو اور ان کے متبعین کو

بقرہ پر اونٹ قربان

علّامہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر درمنثور میں اور علّامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے کہ عمر نے بارہ سال کے طویل عرصہ میں سورۂ بقرہ یاد کیا اور جب یاد ہو گیا تو ایک اونٹ کی قربانی دی

مسائل شرعیّہ سے لاعلمی

علمائے اہلسنّت نے عمر ابن خطّاب کے مسائل شرعیّہ سے لاعلم ہونے کے متعلق جو کچھ لکھا ہے ان میں سے چند باتیں قارئین کی دلچسپی کیلئے پیش کی جاتی ہیں ملاحظہ ہوں

۱۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی کتاب ازالۃ الخفاء میں تحریر کیا ہے کہ حضرت عمر نے شرعی مسائل میں جس قدر غلطیاں کی ہیں ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا

۲۔ شرح المواقف، کنز العمال، رجال، مشکواۃ اور سیرۃ الفاروق میں تحریر ہے کہ عمر نے حاملہ عورت کے "رجم" کا حکم دیا تھا۔ جس پر حضرت علیؑ نے تنبیہ فرمائی کہ اس کا "رجم" جائز نہیں ہے

۳۔ کتاب استیعاب اور سیرۃ الفاروق میں لکھا ہے عمر نے زانیہ

مجنونہ کو سنگساری کا حکم دیا تو حضرت علیؑ نے حدیث پیغمبرؐ یاد دلائی اس وقت عمر نے کہا کہ "اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا"

۴۔ صاحب کنز الفرقان لکھتے ہیں کہ عمر حدِ شراب خواری نہیں جانتے تھے ــــــ عمر کو شراب خواری کی سزا سے لاعلم رہنا ہی مناسب تھا

۵۔ صاحب ربیع الابرار زمخشری اور جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے، کہ عمر نے خانہ کعبہ کے زیورات اور دیگر اموال خرچ کرنا چاہے تو حضرت علیؑ مانع ہوئے اور بتایا ان کو کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

۶۔ حضرت محدث دہلوی کتاب ازالۃ الخفاء میں رقمطراز ہیں کہ عمر اسقاط حمل کا خون بہا نہ جانتے تھے۔ جس کا انھوں نے برسر منبر اعتراف کیا جب ایک عام آدمی نے انھیں ٹوکا۔

۷۔ کنز العمال اور ازالۃ الخفاء میں تحریر ہے کہ عمر ایسے مسئلہ قصاص سے ناواقف تھے جس کے ورثہ نے معاف کر دیا ہو اس مسئلہ پر ابن مسعودؓ نے انھیں آگاہ کیا

۸۔ "ذخائر العقبیٰ" میں لکھا ہے کہ عمر نے دھمکی دے کر ایک عورت سے اقرار جرم کر دیا اور قصاص کا حکم دیا۔ جب حضرت علیؑ نے حدیث پیغمبر یاد دلائی تو اس اقدام سے باز رہے

۹۔ صاحب ازالۃ الخفاء لکھتے ہیں کہ فرمایا کرتے تھے "دنیا کے تمام انسان عمر سے زیادہ عالم ہیں حتیٰ کہ بوڑھی عورتیں بھی"

۱۰۔ عمر ابن خطاب کے مسائل شرعیہ سے لاعلم ہونے کے
امام اہلسنت عبد الشکور پاٹانالوی نے بھی اپنی کتاب
راشدین میں لکھ کر حسب ذیل جملہ لکھا ہے
"اور یہ کلمہ تو نہ معلوم کتنے لوگوں کی نسبت فرمایا ک
"لولا فلان لھلک عمر" یعنی اگر فلاں نہ ہوتا تو عمر
ہلاک ہو جاتا"
(خلفائے راشدین ص ۹۵)

۱۱۔ امام اہلسنت عبد الشکور نے عمر کی جہالت کی مثال
ہوئے لکھا ہے
"ایک روز خطبہ میں فرمایا جس کو قرآن شریف کے متعلق
ہو وہ "ابی ابن کعب" کے پاس جائے۔ اور جس کو
حرام کے متعلق دریافت کرنا ہو وہ "معاذ بن جبل"
جائے اور جس کو میراث کا مسئلہ پوچھنا ہو وہ "زید بن
کے پاس جائے اور جس کو "مال" کی ضرورت ہو وہ میرے
(خلفائے راشدین ص ۹۸)

مال سے مراد کیا ہے شاید یہ اتنا بتا سکے۔ یا پھر وہ دشمنان
بنی امیہ بتائیں گے جن کو بڑی بڑی زرخیز جاگیریں صرف اس
عطا کی گئیں کہ وہ آل محمد کو مٹانے کی سعی کرتے رہیں۔

۱۲۔ صرف اتنا ہی نہیں کہ عمر مسائل شرعیہ سے لاعلم تھے بلکہ وہ طریقہ طہارت
لاعلم تھے صاحب جامع کبیر لکھتے ہیں کہ عمر ابن خطاب کو آبدست لینا
ایک بار ایک سفر میں بعض صحابہ نے انکو رفع حاجت کرتے دیکھا تو خوب

صرف یہی نہیں کہ عمر ابن خطاب جاہل تھے کتب

مطیع شیطان تاریخ وسیر بتاتی ہیں کہ خلفائے ثلاثہ مطیع شیطان

بھی تھے۔ ملاحظہ ہو۔

"خلفاء خاطی اور غیر معصوم تھے شیطان ان پر تسلط رکھتا تھا"

(نہایہ العقول)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر قارئین قرآن مجید کے

چودھویں پارہ میں سورہ حجر کا مطالعہ فرمائیں جس میں خداوند عالم فرماتا ہے

"میرے بندوں پر تجھے ہرگز غلبہ نہ ہوگا لیکن ان گمراہوں پر جو

تیری پیروی کریں گے اور بہ تحقیق کہ جہنم ان کے وعدہ کی جگہ ہے"

اس کے بعد سورۂ نحل کا مطالعہ کیجئے

"اس کا زور (شیطان) ان لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان لائے

اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں اس کا زور انھیں لوگوں پر چلتا

ہے جو اس کو رفیق سمجھتے ہیں اور جو اس کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں"

قرآن مجید کی ان آیات کا مصداق کون ہے یہ "نہایہ العقول"

کی مندرجہ بالا عبارت بتائے گی جس کے ذمہ دار خود علمائے اہلسنت ہیں

قارئین غور کریں کہ جب خود علمائے اہلسنت اس بات کی شہادت

دیں کہ خلفائے ثلاثہ پر شیطان تسلط رکھتا تھا" تو اس کی ضمانت

کون دے سکتا ہے کہ انھوں نے جو احکام صادر کئے وہ سب غلبۂ

شیطانی کا نتیجہ نہ تھے

عہد فتوحات عمر ابن خطاب
نام نہاد مسلمانوں کی ترقی
اسلام کی تنزلی

وہ دین جو خدا پرستی، روحانی
اور بہترین تمدنی و معاشرتی ز
کا سبق دینے آیا تھا یعنی "اسلام"
اس کو عمر ابن خطاب نے اپنے دس سالہ عہد حکومت میں حصول
وقوت، جہاں بانی و ملک گیری کیلئے استعمال کیا اور اسلام کے نا
حصول مقاصد کیلئے جبر و تشدد، قتل و غارت، غیر مسلم اقوام پر ز
کشی، حقیقی معلمین اسلام پر سختی کرنے کی ہر امکانی جد وجہد کی

اگرچہ آج سواد اعظم اسلامی اسی تاریک اور غیر اسلامی عہد کو ا
کی وسعت و ترقی کا زمانہ سمجھ کر انتہائی فخر و مباہات کرتا ہے۔ ی
بات ہے کہ اسی عہد میں اسلام کے پاک و صاف دامن پر یہ دھ
بھی لگا کہ یہ مذہب بزور شمشیر پھیلا اور عمر کے رجحان تسخیر ممالک نے
کی غیر مسلم اقوام کو حقیقی تعلیمات اسلامی سے دور کر کے یہ یقین
پر مجبور کر دیا کہ اس مذہب کا اصل مقصد توسیع پسندی او
گیری کے سوا کچھ نہیں ہے

جب جادۂ حق اور حقیقی روح اسلامی کے متلاشی عہد عمر میں
کی ظاہری شان و شوکت کا مشاہدہ کرنے کے بعد عمر ابن خطاب کے
کی تصدیق کیلئے سیرت و اقوال پیغمبر پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ان کو آن
کا یہ قول ملتا ہے

"اس دین کو وسعت مرد "فاجر" سے ملے گی (بخاری

کیا کہنا اس فاتح کا جس کو رسول "فاجر" اور غیر مسلم اور سچے مسلمان "جابر" قرار دیں چونکہ فتوحات عمر ابن خطاب پر کوئی تفصیلی روشنی ڈالنا مقصود نہیں ہے اس لئے اس باب کو بند کرنے سے قبل صرف امام اہلسنّت عبد الشکور پاٹانالوی کی ایک عبارت پیش کی جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو

"سنہ ۱۳ھ میں حضرت صدیق کی وفات کے بعد مسند آرائے خلافت ہوئے اور تھوڑے ہی دنوں میں ایک چھوٹی سے اسلامی ریاست کو ملک عظیم بنا دیا جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی کے اطلاع دی گئی تھی،" (خلفائے راشدین صفحہ ۹۵)
امام اہلسنّت نے اس بات کی تائید میں کہ آں حضرت کو بذریعہ وحی معلوم تھا کہ عمر ابن خطاب کے عہد میں اسلام کو عظیم ترقی ہوگی اپنی کتاب خلفائے راشدین میں بخاری کے حوالے سے آں حضرت کا ایک خواب نقل کیا ہے ـــــ مگر اتفاق سے یہ خواب ان کی بات کی تائید نہیں کرتا ـــــ خواب حسب ذیل ہے

"صحیح بخاری میں ہے کہ ایک روز رسول خدا نے اپنا ایک خواب صحابۂ کرام سے بیان فرمایا کہ میں نے اپنے کو دیکھا کہ ایک کنوئیں سے پانی بھر رہا ہوں۔ تھوڑی دیر میں ابو بکر نے آکر میرے ہاتھ سے ڈول لے لیا اور ایک بلکہ دو ڈول انھوں نے نکالے پھر عمر بن خطاب نے ان سے لے لیا ان کے ہاتھ میں جاتے ہی وہ ڈول بڑبن گیا

اور میں نے کسی زور آور کو ان کے مثل اتنا بڑا پیہ بھرتے ہوئے نہیں دیکھا" (خلفائے راشدین صہ ۵۹)

معلوم نہیں کیوں شکور صاحب نے بخاری کی مندرجہ بالا "فاجر" والی حدیث کو نظر انداز کر دیا جبکہ وہ ان کے دعوے کی مکمل تائید ہے۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ اس حدیث میں ان کو "فاجر" ظاہر کیا گیا ہے۔

جہاں تک اس خواب کا تعلق ہے یہ اس بات کا ثبوت ضرور ہے اہلسنت ہر اعتبار سے عمر ابن خطاب کو آں حضرت سے افضل مانتے ہیں جیسا کہ آگے بیان کیا جائے گا۔ سر دست اس "معجزہ" پر مسرت یا غم میں بھول نہ ضرور جائیے کہ ان کے ہاتھ میں ڈول پڑ گیا۔

اہل سنت عمر ابن خطاب کو آں حضرت سے افضل سمجھتے ہیں حضرات اہل سنت کی معتبر کتابوں میں بعض ایسی روایات موجود ہیں جو ان کے اس عقیدہ کا اظہار کرتی ہیں کہ اگر سلسلہ نبوت ختم نہ ہو گیا ہوتا تو آں حضرت کے بعد وہی نبی ہوتے سلسلہ نبوت کے ختم ہو جانے کی وجہ سے اہلسنت عمر ابن خطاب کو نبی تو نہ بنا سکے مگر انھوں نے شرف و کمالات میں نبی سے بڑھا ضرور دیا۔ ان کا اعتقاد ہے کہ دینی اور شرعی امور میں عمر کی رائے اتنی صائب ہوتی تھی کہ خداوند عالم آں حضرت کے مقابلہ میں عمر کی تائید کرتا تھا۔

چنانچہ امام اہل سنت عبد الشکور رقمطراز ہیں۔

"خود حضرت فاروق اعظم کہا کرتے تھے اس کلمہ کے عوض میں اگر ساری دنیا مجھے مل جائے تو میں خوش نہ ہونگا۔ وہ کلمہ یہ تھا (آں حضرت نے فرمایا) اے میرے بھائی اپنی دعا میں ہم کو بھی شریک رکھنا بھول نہ جانا"

(خلفائے راشدین ص۹۱)

خدا کی شان عمر آں حضرت کیلئے دعا فرمائیں اور مظہر کمالات بالکل تقدیر عمر ایسے مشکک سے دعا کی فرمائش کرے ——

اور ملاحظہ ہو شکور صاحب لکھتے ہیں۔

"جب رئیس المنافقین عبد اللہ بن اُبی مرا اور رسول خدا نے اس کے بیٹے کی خاطر جو ایک مخلص شخص تھے اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو انھوں (عمر) نے بہت روکا گو اس وقت آں حضرت نے بوجہ وعدہ کر لینے کے نماز پڑھ دی مگر بعد میں آیت اتری کہ اے نبی اگر منافق مرجائے تو آپ اس کی نماز نہ پڑھیں اور اس کی قبر پر بھی نہ کھڑے ہوں"

(خلفائے راشدین ص۵۲)

پھر اور آگے تحریر کرتے ہیں۔

"اکثر وحی الٰہی آپ کی (عمر) رائے کی تائید میں نازل ہوئی تھی قیدیان بدر کے متعلق۔ منافقوں کی نماز جنازہ کے متعلق

ازواج مطہرات کے پردے کے متعلق ۔ مقام ابراہیم کو
مصلیٰ بنانے کے متعلق ۔ شراب کے حرام کئے جانے کے متعلق
وغیرہ وغیرہ ان (عمر) کی تائید قرآن مجید میں کی گئی ہے۔
بعض علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں اور اس بارے میں
آیات کو بھی جمع کیا ہے جو آپ (عمر) کی موافقت میں نازل
ہوئی ہیں،،

(خلفائے راشدین ص۹۲)

یہ ہیں حضرات اہلسنت کے عقائد جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان
عمر ابن خطاب کو آں حضرت سے افضل سمجھتے ہیں ۔ مصری محقق
محمد حسین ہیکل نے بھی اپنی ضخیم کتاب "عمر فاروق اعظم" کے کئی
صفحات اس سلسلہ میں سیاہ کئے ہیں ان کی تحریر کا خلاصہ یہ ہے
بعض اوقات تو انتہائی جسارت کے ساتھ عمر ابن خطاب آں حضرت
سے شدید اختلاف کر بیٹھتے تھے لیکن آیات الٰہی انھیں کی تائید میں
اترتی تھیں۔

ایک عجیب بات متضاد اقوال
ناقابل فہم نظریہ

اس مقام پر ایک بات خاص
طور سے قابل توجہ ہے اور
کہ علمائے اہلسنت جب عمر
ابن خطاب کے فضائل بیان
کرنے پر آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ دینی اور شرعی امور میں بمقابلہ آں حضرت
عمر کی رائے صائب ہوتی تھی یہاں تک کہ آیات الٰہی بھی ان کی تائید

نازل ہوا کرتی تھیں اور اس اعتبار سے وہ عمر کو آں حضرت پر بھی ترجیح دیدیتے ہیں۔

مگر جب علمائے شیعہ علی ابن ابی طالبؑ کے فضائل و کمالات پیش کر کے خلفائے ثلاثہ کے معائب پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں علیؑ جیسی صاحب شرف شخصیت کی موجودگی میں اصحاب ثلاثہ کو خلیفہ تسلیم کرنے کیلئے کون سی عقلی دلیل ہے؟ تو علمائے اہلسنّت نہ تو علیؑ کے فضائل رد کرتے ہیں اور نہ اصحاب ثلاثہ کے معائب کی قدح کرتے ہیں اور نہ مستحق خلافت ہونے کے ثبوت میں وہ فضائل پیش کرتے ہیں۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ خلیفہ رسول کیلئے کسی شرف و بزرگی کی ضرورت ہی نہیں خلیفہ خاطی بھی ہوسکتا ہے اور گناہ گار بھی۔ جاہل بھی اور بدکردار بھی۔ عقائد اہلسنت میں سے چوتھا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

وہ خلیفۂ رسول مثل رسول کے معصوم نہیں ہوتا۔ نہ اس کی اطاعت مثل رسول کی اطاعت کے واجب ہوتی ہے۔

بالفرض خلیفہ سہواً یا عمداً کوئی حکم شریعت کے خلاف دے تو اس حکم میں اس کی اطاعت نہ کی جائے گی عصمت خاصۂ نبوت ہے آں حضرت کے بعد کسی کو معصوم ماننا عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف ہے" (خلفائے راشدین صـ۱۳)

یہی عقیدہ صاحب تحفہ اثناء عشریہ نے بھی تحریر کیا ہے اور اسی عقیدہ پر اجماع علمائے اہلسنّت ہے۔

عمر کے متعلق علمائے اہلسنّت کے جن عقائد و خیالات کا تذکرہ کیا گیا ہے اس پر پھر مذہب اہلسنّت کے عقیدہ چہارم کی عبارت پر غور کیجئے اور دونوں کو ملا کر دیکھئے کہ یہ نتیجہ نکلتا ہے یا نہیں۔؟

"خداوند عالم عمر کو خاطی اور گناہ گار ہونے کے باوجود اتنا دوست رکھتا ہے کہ اپنے معصوم نبی کو نظر انداز کرکے وہی حکم دیتا ہے جو عمر کی خواہش ہوتی تھی۔"

سچ ہے اسی لئے اہلسنّت خداوند عالم کیلئے "عدل" کے قائل نہیں ہیں ورنہ وہ بڑی کشمکش میں پڑ جاتے۔

عمر ابن خطاب کا اقرار کفر
ایک حیرت انگیز انکشاف

سنی مورخین کا خیال ہے کہ عمر اپنے عمّال حکومت خصوصاً گورنروں کیلئے سخت نگراں اور سخت گیر تھے۔ معمولی سے معمولی کوتاہی پر ان کا مشہور کوڑا حرکت میں آجاتا تھا۔ لیکن تاریخ اس کی بھی شہادت دیتی ہے کہ وہ باوجود اس سختی کے بعض نامعلوم وجوہ کی بناء پر شام کے گورنر معاویہ کیلئے انتہائی نرم تھے ـــــ معاویہ ابن خاندان امیّہ غلام عبد الشمس کا وارث ہندہ جگر خوارہ اور ابوسفیان جیسے دشمن اسلام کا بیٹا تھا۔ ابوبکر نے معاویہ کو اس کے بڑے بھائی یزید بن ابوسفیان کے مرنے کے بعد شام کا گورنر بنا دیا تھا جس کو عمر نے بھی نہ صرف برقرار رکھا بلکہ تقویت دی۔

شام کا زرخیز علاقہ معاویہ کو اس شرط پہ دیا گیا تھا کہ وہ مذہب
حق اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کو دنیا سے مٹانے میں کوئی کوتاہی نہ کرے نیز
مرکزی دارالسلطنت مدینہ سے دور شام میں رہ کر دشمنان علیؑ و فاطمہؑ
کی باقاعدہ تنظیم کرے ـــــ اس سلسلہ کے تمام واقعات و مباحث
کو چھوڑ کر اس مقام پر عمر ابن خطاب کا ایک اہم دستاویزی خط
نقل کیا جاتا ہے جو عمر نے معاویہ کے نام تحریر کیا تھا دیکھئے اس
خط سے کیا کیا امور منکشف ہوتے ہیں۔

اس خط کا پتہ اس وقت چلا جب واقعہ کربلا کے بعد عبداللہ
ابن عمر یزید کی تہنیت کے لیئے دمشق گیئے تو یزید نے ان سے کہا کہ تم اپنے
باپ کی تحریر پہچان سکتے ہو؟ عبداللہ ابن عمر نے کہا کیوں نہیں تب
یزید نے ایک صندوق سے وہ خط نکال کر عبداللہ ابن عمر کو دیئے
ـــ عبداللہ ابن عمر نے خط دیکھ کر کہا بے شک یہ میرے باپ کے
لکھے ہوئے خط ہیں اور انھیں کی مہر بھی ہے خط کا مضمون حسب ذیل ہے

"وہ عہد نامہ منجانب عمر ابن خطاب با معاویہ بن ابوسفیان ہے
ـــ کہ محمدؐ نے بہ حیلہ و سحر محمد کو عبادت "لات وہبل" سے روک
رکھا اور سحر محمدؐ کا سحر موسیٰؑ سے زیادہ تھا۔ مگر ہم اپنے سابق
دین پر قائم ہیں اور ہرگز دل سے محبت لات وعزیٰ وہبل
کی میرے نہیں گئی ہے اور نہ کبھی جائے گی۔ جب دنیا سے
محمدؐ نے رحلت کی تو ہم نے چالیس شخصوں کو جھوٹی گواہی پہ

مقرر کیا کہ محمدؐ نے فرمایا تھا کہ امام قریش سے ہوگا اور
علیؑ کو خلیفہ نہ ہونے دیا۔ اگرچہ ظاہراً مُنا بعت پیغمبرؐ کی
کیا کیے۔ مگر باطن میرا وہی ہے جو قبل اسلام ظاہری
کے تھا اور جہاں تک مجھے ممکن تھا ایذا رسانی اولادِ محمدؐ
کی کی اور جب تک زندہ رہوں گا ایذا رسانیِ آلِ محمدؐ میں
قصور نہ کروں گا۔ اور اے معاویہ یہ نصیحت میری تجھ کو
ہے کہ تو بھی آلِ محمدؐ کو جس قدر ممکن ہو ذلیل کرنا اور ایک
شخص کو بھی زندہ نہ چھوڑنا۔ اور امکانی کوشش کرنا
کہ آلِ محمدؐ قوت نہ پکڑنے پائیں مگر خبردار ظاہرہ میں مسلمان
بنے رہنا تاکہ لوگ تجھ پر خروج نہ کریں اس امر کو راز
میں رکھنا۔ والسلام

(فلعت خلائلم ص۲۵۔ تاریخ الجائع بلاذری ص۲۱۔ کتاب
انوار نعمانیہ۔ ثبوت خلافت دوم ص۱۰۲ ڈاکٹر نور)

اس عہد نامہ کے مضمون پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے البتہ
اس سلسلہ میں ایک ثبوت ملاحظہ ہو۔

"عبداللہ ابن عمر نے یزید کو لکھا کہ حسینؑ کو تو نے شہید کر ڈالا
اسلام میں مصیبت عظیم واقع ہوئی۔ تو یزید نے جواب
میں لکھا۔ اے احمق یہ الزام تیرے باپ پر ہے چونکہ یہ راہ
دکھائی ہوئی اسی کی ہے"

(تاریخ بلاذری ص۲۶۲)

اس کے بعد محترم قارئین تاریخ مروج الذہب مسعودی اور
تاریخ کامل جلد ۶ صہ ۷۹ طبع مصر کا مطالعہ بھی کریں جس میں حسب
ذیل مضمون ملتا ہے۔

محمد بن ابی بکر نے دوران جنگ صفین ایک خط معاویہ
کو لکھا کہ حق علیؑ کا خلفائے ثلاثہ نے غصب کیا اور تو بھی
گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔ تجھکو معلوم ہو جائے گا کہ عاقبت
علیا کس کے ساتھ ہے۔ تو جواب میں معاویہ نے لکھا کہ
ترے باپ اور کل خلفاء علی ابن ابی طالبؑ کے فضائل اور
ان کے حقوق کا لازم و مبرور ہونا اچھی طرح جانتے تھے مگر ترے باپ
اور فاروق (یعنی عمر) نے باہم اتفاق کر کے علیؑ کے حق کو چھین
لیا۔ پس تو مجھکو کیا نصیحت کرتا ہے جب ترے باپ نے
استبدادی طریقے سے اس کی ابتدا کی ہے گو ہم سب اس
فعل میں ان کے شریک تھے۔ اگر ترے باپ اور فاروق
ایسا فعل زشت نہ کرتے تو علیؑ اور خاندان رسالت کی ہم
لوگ کبھی مخالفت نہ کرتے بلکہ مطیع رہتے اور اسلام اپنے
سچے مرکز پہ رہتا جو ہم سب کو شروع ہی سے منظور و قبول
نہ تھا۔ (عبارت کا آخری جملہ قابل غور ہے)

(مروج الذہب مسعودی — تاریخ کامل جلد ۶ صہ ۷۹)

پیمانۂ حکومت لبریز ہ
اسباب قتل عمر ابن خطاب

کہا جاتا ہے کہ عمر ابن خطاب کے قتل کے صحیح اسباب تو اس لئے نہیں معلوم ہو سکتے کہ قتل کرنے والے نے خود کشی کر کے ان پر گہرا پردہ ڈال دیا پھر وجہ قتل بیان کرتے ہوئے مؤرخین اہلسنت کہتے ہیں عمر کے قاتل مغیرہ بن شعبہ کے غلام "فیروز ابو لولو" نے عمر سے داد رسی چاہی تھی مگر جب اس کو ناکامی ہوئی تو وہ عمر سے ناراض ہو کر یہ اقدام کر بیٹھا۔ اسی خیال کا اظہار علامہ شبلی نے الفاروق میں اور امام اہلسنت نے خلفائے راشدین میں اور محمد حسین ہیکل نے عمر فاروق اعظم میں کیا ہے۔

یگانۂ روزگار چکی

علامہ طبری اور ابن اثیر کے حوالہ سے محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں کہ ایک روز عمر ابن خطاب نے فیروز ابو لولو سے کہا

میں نے سنا ہے کہ تم کہتے ہو میں اگر چاہوں تو ہوا سے چلنے والی چکی بنا سکتا ہوں کہنے لگا "ہاں"۔ فرمایا تو پھر مجھے ایک چکی بنا دو۔ بولا اگر زندہ رہا تو آپ کیلئے ایسی چکی بنا دوں گا جس کا چرچا مشرق سے مغرب تک ہوگا۔ اور یہ کہہ کر چلا گیا حضرت عمر نے کہا اس نے ابھی مجھے دھمکی دی ہے"

(عمر فاروق اعظم ص۷۱۵)

مورخین نے اسباب قتل کے سلسلہ میں اس واقعہ کو بھی نقل کیا ہے۔ معلوم نہیں کن وجوہ کی بناء پہ عمر نے فیروز ابولولو کے چکی بنا دینے کے وعدہ کو دھمکی سے تعبیر کیا۔ چکی بنا دینے کے وعدہ کو عمر کا دھمکی سمجھنا ظاہر کرتا ہے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی گھراراز تھا جس کا اظہار دونوں (قاتل و مقتول) نامناسب سمجھتے تھے۔ اس قصہ کو عبد الشکور نے بھی خلفائے راشدین میں لکھا ہے۔

معاصرین عمر ابن خطاب نے تعزیتی کلمات نہیں کہے

عمر کے اسباب قتل کیا ہو سکتے ہیں اس کا کچھ اشارہ محمد حسین ہیکل کی حسب ذیل عبارت سے ہوتا ہے۔

"یہ دیکھ کر آپ کو حیرت ہوگی کہ مورخین نے حضرت عمر کی شہادت کے دن اہل رائے کے تعزیتی اقوال اتنی کثرت سے نقل نہیں کئے جتنے ابوبکر کی وفات کے سلسلہ میں نقل کئے ہیں"

(عمر فاروق اعظم ص۲۹)

ہیکل کی یہ عبارت بتاتی ہے کہ عمر کے ہمعصروں پہ ان کے قتل کا کوئی خاص اثر نہیں ہوا اور نہ کیا معنی کہ انھوں نے رسم دنیا کے مطابق کلمات تعزیت بھی نہ کہے۔

پھر آگے چل کر محمد حسین ہیکل نے انکشاف کیا ہے کہ قتل عمر کی رات عبد الرحمٰن بن عوف اور عبد الرحمٰن بن ابوبکر نے وہ خنجر بھی دیکھا تھا جس سے عمر کو قتل کیا گیا اور انھیں اندازہ ہو گیا تھا کہ

قتل عمر کا تنہا فیروز ابو لولو ذمہ دار نہیں ہوگا بلکہ ہرمزان اور جفینہ بھی شریک کار ہیں اس انکشاف کے بعد ہیکل لکھتے ہیں ۔

اگرچہ وقت کی نزاکت کے لحاظ سے حضرت عثمان سازش پر پردہ ڈالنے پر مجبور تھے لیکن مورخین پر تو کوئی ایسی پابندی بھی نہیں تھی ،،

قابلِ غور و فکر امور

اسباب قتل کی تلاش میں محترم قارئین کو حسب ذیل امور پر توجہ کرنا ضروری ہے جو مندرجہ حوالوں سے مترشح ہیں

۱۔ فیروز ابو لولو نے اس لئے قتل کیا کہ اس کی داد رسی نہیں کی گئی تھی

۲۔ چکی بنا دینے کے وعدہ کو عمر دھمکی تصور کرتے ہیں لیکن دھمکی دینے کے محرکات کو نہیں بیان کرتے

۳۔ عبدالرحمٰن بن عوف اور عبدالرحمٰن بن ابو بکر واقف ہیں کہ قتل عمر میں تنہا فیروز کا ہاتھ نہیں ہے بلکہ کچھ اور لوگ بھی شریک ہیں ۔ ان لوگوں نے آلہ قتل کی بھی شناخت کرلی تھی

۴۔ عمر کے ہمعصروں پر قتل عمر کا کوئی خاص اثر نہیں ہوا ۔

۵۔ بقول ہیکل عثمان نے سازش سے پردہ اٹھانا خلاف مصلحت سمجھا ۔

جب مندرجہ بالا امور پر غور کیا جاتا ہے تو اتنا نتیجہ ضرور نکلتا ہے کہ مسلمان عمر ابن خطاب کی حکومت سے متنفر تھے یا کم سے کم

انھوں نے اس کی ضرورت بھی نہیں محسوس کی کہ وہ باقاعدہ
تفتیش کر کے قاتل کو سزا دلواتے ۔ ممکن ہے باقاعدہ تفتیش
اس لئے نہ کی گئی ہو کہ اس کے نتیجہ میں کچھ ممتاز شخصیتیں منظر عام پر
آجاتیں ۔ اور بہت ممکن تھا عثمان ہی پھنس جاتے ۔
اس سلسلہ میں عثمان نے بحیثیت خلیفہ کے جو فیصلہ کیا وہ اور
الجھن پیدا کرتا ہے جس کو اس کتاب کی تیسری جلد مشتمل بر
حالات عثمان میں بیان کیا جائے گا ۔

قتل سے چند لمحے قبل بے خطا نمازیوں کو کوڑے سے مارا

مورخین کا اتفاق ہے کہ عمر ابن خطاب
مسجد میں نماز کی صفیں درست کرنے
میں کوڑے بازی کرتے تھے چنانچہ امام
اہلسنت اور ہیکل نے عمر کے اس
وحشیانہ طریقہ کار کو بہت محتاط الفاظ میں لکھا ہے ۔ امام اہلسنت کی
عبارت ملاحظہ ہو ۔

" (عمر) نماز فجر کیلئے مسجد تشریف لے گئے اس وقت درّہ
آپ کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور سونے والوں کو اپنے درّے سے
جگاتے تھے " (خلفائے راشدین مولفہ عبدالشکور ص ۱۸۲)

محمد حسین ہیکل کی عبارت ملاحظہ ہو ۔
" جب صفیں درست ہو گئیں تو حضرت عمر آئے اور دیکھا کہ
پہلی صف کچھ آگے پیچھے ہے ۔ اسے درّے سے ٹھیک کیا

لوگ اپنی اپنی جگہ قریب سے بیٹھ گئے ،،

(عمر فاروق اعظم مصنفہ ہیکل صفحہ ۱۱)

دوسرے خلیفہ پر تین وار

محمد حسین ہیکل نے عمر پر حملہ کی تاریخ ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ یوم چہار شنبہ بتائی ہے ۔ حملہ کے دن اور تاریخ میں اختلافِ روایات ہے جس پر بحث کرنا بیکار معلوم ہوتا ہے ۔

بہر تقدیر ہیکل نے اپنی کتاب میں انتہائی تحقیق کے بعد حسب ذیل واقعہ لکھا ہے ۔

"ایک شخص اچانک ان (عمر) کے سامنے آیا اور اپنے خنجر سے ان پر تین یا چھ وار کئے جن سے ایک زیر ناف پڑا حضرت عمر نے دھار دار آلے کی گرمی محسوس کی ۔ ہاتھ پھیلا کر کہا "پکڑو اس کتے کو اس نے مجھے قتل کیا ہے" یہ کتا جناب مغیرہ بن شعبہ کا غلام ابو لولو فیروز تھا ،، (عمر فاروق اعظم صفحہ ۱۱)

امام اہلسنت نے لکھا ہے

"آپ کے شکم مبارک میں تین زخم کاری اس خنجر سے لگائے جس سے آپ اسی وقت بے ہوش ہو کر گر گئے ،،

(خلفائے راشدین صفحہ ۱۸۳)

علامہ شبلی نے الفاروق میں عمر کے زخمی ہو جانے کے بعد کے واقعات کے ذیل میں لکھا ہے ۔

طبیب بلایا گیا اس نے نبیذ (جو کی شراب) اور دودھ پلایا دونوں چیزیں زخم کی راہ باہر نکل آئیں اس وقت لوگوں کو یقین ہو گیا کہ وہ اس زخم سے جانبر نہیں ہو سکتے (الفاروق ص ۲۰۳)

خلیفہ سازی کا تیسرا طریقہ

قارئین کو یاد ہو گا کہ بعد وفات سرور کائنات سقیفہ بنی ساعدہ میں عمر نے خلیفہ سازی کا پہلا طریقہ یہ اختیار کیا تھا کہ اچانک ابوبکر کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر ان کے خلیفہ ہونے کا اعلان کر دیا تھا اور اس کو "اجماع" کے نام سے تعبیر کیا تھا۔۔۔۔ پھر اپنے واسطے ایک دوسرا طریقہ یہ اختیار کیا۔ ابوبکر کو شدید تامل کے باوجود ان کے (عمر) کے حق میں وصیت لکھنا پڑی اور اس طریقہ کا نام "استخلاف" قرار دیا۔ اب چلتے چلاتے خلیفہ سازی کا تیسرا طریقہ وہ اختیار کیا جس کی وجہ سے سوائے عثمان کے اور کوئی خلیفہ ہو ہی نہ سکے۔ اور اس طریقہ کا نام "شوریٰ" رکھ گئے

عمر بستر مرگ پر خلیفہ سازی کیلئے بے چین تھے

زخم کی تکلیف، دوا و غذا سے زیادہ شراب کے زخم کی راہ سے خارج ہو جانے کی اذیت پھر یہ تصور کہ میرے مرنے کے بعد کہیں مسلمان علیؑ کو خلیفہ نہ بنا دیں عمر کو بستر مرگ پر بے چین کئے ہوئے تھا۔ آخر کار انتہائی غور و فکر کے بعد حضرت علیؑ، عثمان، طلحہ، زبیر، سعد بن وقاص اور عبدالرحمن بن عوف پر مشتمل ایک مشاورتی کمیٹی بنا دی پھر اس کمیٹی کا دستور العمل بھی خود ہی

معین کرکے حکم دے دیا کہ آپس کے باہمی اتحاد و اتفاق سے
تین دن کے اندر خلیفہ کا انتخاب کر لیا جائے۔ اور جس شخص کو
کمیٹی کی کارروائی سے اختلاف ہو اس کو فوراً قتل کر دیا جائے
ظاہر ہے کہ ممبران کمیٹی میں سوائے حضرت علیؑ کے باقی سب ایک
ہی تھیلے کے چٹے بٹے تھے جن کا واحد مقصد و مسلک علی ابن ابی
طالبؑ کو ان کے حق سے محروم رکھنا تھا اس لئے کمیٹی کی کارروائی
سے اختلاف کرنا علی ابن ابی طالبؑ کیلئے ناگزیر تھا لہذا وہی قتل کیے جاتے
عمر کو خطرہ تھا کہ اگر کہیں مسلمانوں نے میرے بعد علیؑ جن کو
رسول خلیفہ بنا گئے ہیں خلیفہ تسلیم کر لیا تو سارا بنا بنایا منصوبہ خاک
میں مل جائے گا لہذا انھوں نے اپنے ماسٹر پلان کے تحت حضرت
علیؑ کو کمیٹی کا ایک رکن مقرر کر کے ان کے قتل کے تمام اسباب
فراہم کر دیئے عمر کے اس منصوبہ پر نظر کر کے بے ساختہ منہ
سے نکل جاتا ہے

"نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا"

(کمیٹی کی مفصل کارروائی تیسری جلد مشتمل بر حالات عثمان میں ملاحظہ کیجئے)

عمر ابن خطاب طلحہ کی قوت باہ سے واقف تھے

کمیٹی کی تشکیل سے فرصت پاکر عمر نے ان لوگوں سے جو ان کے گرد و پیش جمع تھے خصوصاً زبیر اور
طلحہ کو مخاطب کر کے جو معنی خیز گفتگو کی ہے اس کو علامہ ابن ابی الحدید

معتزلی کے قلم سے ملاحظہ کیجئے ۔ یہ گفتگو غالباً عمر نے اپنے آخری لمحات میں کی ہے ۔ علامہ لکھتے ہیں ۔

"جب عمر اپنے بچھونے پر پڑے دم توڑ رہے تھے انھوں نے (طلحہ و زبیر سے) کہا کیا تم خلافت کی طمع رکھتے ہو؟ کسی نے کچھ جواب نہ دیا جب دوسری بار پھر کہا تو زبیر نے کہا "اور طمع نہ رکھنے کی وجہ؟" آخر ہمیں خلافت کیوں نہ ملے گی؟ جب تم خلیفہ ہو گئے تو ہم کیوں نہ ہوں گے؟ جو تم سے کسی طرح نہ فضیلت میں کم ہیں اور نہ قرابت میں کم ہیں ۔۔۔۔ عمر نے کہا" اے زبیر تم (خلافت نہیں پا سکتے) کیونکہ تم تولہ ماشہ ہو کبھی بے حد رحم دل، کبھی بے انتہا غصہ ور ایک دن انسان رہتے ہو ایک دن شیطان ہو جاتے ہو" پھر طلحہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا "کہو تو کچھ کہوں اور کہو تو چپ رہوں" طلحہ نے کہا" ضرور کہیئے آپ شر کے سوا خیر کہنے ہی کیوں لگے" عمر نے یہ سن کر کہا

اے طلحہ جس دن احد میں تمھاری انگلیاں شل ہوئیں اسی دن سے تم کو خوب جانتا ہوں، تمھاری شہوت اور قوت باہ سے بھی خوب واقف ہوں (نہ معلوم کیوں کر) جب رسول کا انتقال ہوا تو وہ تم سے ناراض مرے کیونکہ جب آیہ حجاب نازل ہوئی تھی تو تم نے ایک جملہ ایسا کہا تھا جس سے

رسول ناراض ہوئے"

(شرح نہج البلاغہ طبع مصر)

(وہ جملہ کیا تھا جس کا اشارہ عمر نے کیا اور جس کی بناء پر آپ حضرت طلحہ پر ناراض ہوئے تھے اس کی پوری کیفیت "سوانح عائشہ" میں بیان ہو گی جو اس کتاب کی تکمیل کے بعد شائع کی جائے گی)

انتقال

کئی دن تک زخموں کی شدید تکلیف نے اور اس سے بھی زیادہ اس خیال کی اذیت نے کہ کہیں علی ابن ابی طالب خلیفہ نہ ہو جائیں بستر مرگ پر عمر کو بے چین رکھا آخر کار اسی الجھن میں نبیذ (جو کی شراب) کے چند گھونٹ پی کر بقول امام اہلسنت محمد حسین ہیکل یکم محرم ۲۴ھ کو اپنے وجود سے دنیا کو پاک کر دیا۔ روضہ رسول میں دفن ہوئے (مقام دفن کے ناجائز ہونے کے ثبوت میں اس کتاب کی پہلی جلد میں امام ابو حنیفہ کا ایک مکالمہ درج کیا جا چکا ہے جو یہ واضح کرتا ہے کہ ابو حنیفہ روضہ رسول میں ان کی تدفین کو جائز نہ ثابت کر سکے اس لئے یہاں مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں)

رونے والوں کو غیبی تنبیہ

مرنے والے کے متعلقین کا مرنے والے کے غم میں نوحہ و بکا کرنا، رونا پیٹنا انسانی فطرت ہے جس کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ اگرچہ عمر ابن خطاب مرنے والے کے غم میں رونے کے سخت مخالف تھے۔ جیسا کہ بخاری

طبع مصر ص۱۴۵ سے معلوم ہوتا ہے۔

"جو کوئی اپنے کسی عزیز کے غم میں روتا تھا تو عمر ابن خطاب رونے والے کو اپنے کوڑے سے مارتے تھے اور اس کے منہ میں خاک اور پتھر بھر دیتے تھے"

بہرحال عمر کے مر جانے کے بعد ان کے متعلقین نے فرط غم سے عمر کی بیان کردہ یہ حدیث فراموش کر کے کہ

"میت پر رونے سے میت کو سزا دی جاتی ہے"

(بخاری و مسلم)

گریہ وزاری شروع کر دی۔ جب شور گریہ زیادہ بلند ہوا تو بقول مورخین اہلسنت ایک غیبی آواز نے عمر پر رونے والوں کو سخت تنبیہ کی اور کہا کہ رونے جانے کا مستحق تو اسلام ہے جو عمر کے دس سالہ عہد حکومت میں اپنے اصلی مرکز سے ہٹ کر تباہ ہو گیا اور وہ مسلمان رونے جانے کے مستحق ہیں جو اس تھوڑے ہی عرصہ میں ہلاکت کو پہونچ گئے۔ امام اہلسنت عبدالشکور نے ندائے غیب کا مفہوم حسب ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے۔

جس کو رونا ہو وہ اسلام پر روئے۔ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ لوگ ہلاکت کو پہونچ گئے۔ دنیا سے خیر و برکت جاتی رہی اور اچھے لوگ پریشان ہو گئے

(خلفائے راشدین صفحہ ۱۷۰)

احکامات الٰہی میں تبدیلیاں

اختراعات و بدعات عمر

"عمریات" کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ حقیقت واضح ہے کہ عمر نے اسلام صرف اس مقصد کیلئے قبول کیا تھا کہ وہ اسلام کو اپنے حقیقی مرکز سے ہٹا کر ایک ایسا دین بنا دیں جو خواہشات ہوا و ہوس کی تکمیل اور حصول اقتدار کا ذریعہ ہو جس میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے کے مواقع ہوں اور بس ــــ لہٰذا عمر ابن خطاب نے تعلیمات پیغمبر کو پس پشت ڈال کر احکامات الٰہی میں تبدیلیاں کیں اور بہت سی اختراعات و بدعات کو رائج کیا ــــ جن کی ایک طویل فہرست "اوّلیات عمر" کے عنوان سے صاحب تاریخ الخلفاء نے اور علامہ شبلی نے الفاروق میں شائع کی ہے ــــ اس فہرست سے چند چیزیں قارئین کے ملاحظہ کیلئے درج کی جاتی ہیں۔

۱ــ بیت المال قائم کیا۔
۲ــ امیر المومنین کا لقب اختیار کیا۔
۳ــ کوڑے کا استعمال رائج کیا۔
۴ــ ناجائز بچوں کی پرورش گاہ قائم کی۔
۵ــ عیسائیوں اور یہودیوں کیلئے وظیفہ مقرر کئے۔
۶ــ قیاس کا اصول قائم کیا۔
۷ــ نماز تراویح ایجاد کی۔
۸ــ اذان میں "اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" کا اضافہ کیا۔

۹۔ اذان سے حی علی خیر العمل خارج کیے

۱۰۔ تین طلاقیں بیک وقت دینا رائج کیا

۱۱۔ متعہ حرام قرار دیا

۱۲۔ نماز جنازہ سے تکبیریں کم کیں

۱۳۔ عیسائیوں سے بجائے جزیہ کے زکواۃ وصولی کی

۱۴۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے جنسی فائدے بتلائے

۱۵۔ تنخواہ دار امام اور پیش نماز و موذن مقرر کئے

۱۶۔ نقد و تبصرہ کرنے والے شعراء کو سزائیں دلوئیں۔

حلالِ محمدؐ کو حرام کیا

واضح رہے کہ متعہ از روئے شرع محمدی عہد ابوبکر تک حلال و جائز رہا۔ جس کی بناء پر زبیر نے اسماء بنت ابوبکر سے متعہ کیا تھا اور عبداللہ ابن زبیر متعہ زادے پیدا ہوئے تھے۔

لیکن عمر ابن خطاب نے اپنے عہد حکومت میں بیک گردش لسان متعہ کو حرام قرار دے کر لوگوں کے رجحانات زناکاری کو تقویت پہونچائی۔ جیسا کہ تفسیر محمد ابن جریر طبری کی مندرجہ ذیل عبارت سے مترشح ہوتا ہے

"امیر المومنین علی ابن ابی طالب فرماتے تھے اگر عمر متعہ کو حرام نہ قرار دیتے تو دنیا میں کوئی مسلمان زناکار نہ ہوتا،،

(تفسیر محمد ابن جریر طبری)

دلچسپ متفرقات

محترم قارئین کی تفریح طبع کیلئے عمر ابن خطاب کی زندگی کے سیکڑوں واقعات میں سے صرف چند پیش کئے جا رہے ہیں جو دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ عبرت خیز بھی ہیں اور لائق غور و فکر بھی۔ نیز عمر کی زندگی اور مزاجی کیفیت کے آئینہ دار بھی۔

اویس قرنی سے التماس دعا
اویس کا بصیرت افروز جواب

مورخین اہلسنت لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ عمر نے جناب اویس قرنی سے التماس دعا کی۔ تو جناب اویس نے فرمایا

میں اپنی ہر دعا میں جملہ مومنین و مومنات کیلئے دعا کرتا ہوں اگر تم واقعی مومن ہو تو تم بھی اس دعا میں شریک ہو اور اگر ایسا نہیں ہے تو مجبوری ہے۔ میں اپنی دعا کو ضائع نہیں کرتا۔ اور اگر تم کو اپنے ایمان میں شبہ ہے تو مومنین کی قیادت چھوڑ دو"۔ (بخاری و مسلم)

تاریخ اصحاب ثلاثہ کا مطالعہ اہل بصیرت پر یہ حقیقت واضح کر دیتا ہے کہ ان کے عہد میں ہر ذی فہم اور باایمان مسلمان کسی نہ کسی نہج سے ان پر نکتہ چینی کر کے اس امر پر ضرور روشنی ڈال دیتا تھا کہ تم مستحق خلافت نہیں ہو ـــ یہ دوسری بات ہے کہ ایسے مسلمان اقلیت میں ہوں یا حکومت کی طاقت کے آگے اپنے کو کمزور محسوس کرتے ہوں جس کی وجہ سے مجبوراً ان کی حکومت کو تسلیم کرتے ہوں ـــ لیکن آج کا مسلمان کتب تاریخ و حدیث و تفسیر کا مطالعہ کر کے تاریکی سے نکلکر منزل نور میں نہ آئے تو حیرت بالائے

مسماۃ خولہ نے تنبیہ فرمائی عمر نے قبل اسلام جو زندگی گذاری تھی اس کے پس منظر میں لوگ عام طور پر ان کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اکثر و بیشتر ان کی حرکتوں پر ان کو ٹوک بھی دیتے تھے۔ چنانچہ

"عمر ایک مرتبہ مسجد سے نکل رہے تھے جارود آپ کے ساتھ تھے۔ ایک عورت (خولہ) ملی۔ آپ نے اس کو سلام کیا۔ اسنے سلام کا جواب دیا اور کہا "اے عمر مجھے تمھارا وہ وقت بھی یاد ہے جب بازار عکاظ میں لوگ تم کو "عمیر" کہتے تھے۔ پھر تھوڑے ہی دنوں بعد تم کو عمر کہنے لگے اور اب تم امیر المومنین ہو۔ خدا سے ڈر کر کام کرنا"

(خلفائے راشدین صد ۱۳۱)

کیا کہنا اس خلیفہ کا جس کو خولہ جیسی خدا سے ڈرنے کا مشورہ دیں۔

بے خبر خلیفہ خلیفہ رسول کو کن صفات کا حامل ہونا چاہئے یہ عام لوگ بھی جانتے تھے اور عمر میں ان صفات کا فقدان دیکھ کر ایک کمی سی محسوس کرتے تھے یہ بات اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے۔

"ایک روز عمر تنہا گشت کیلئے نکلے۔ ایک بڑھیا ملی اس سے آپ نے حالات پوچھنا شروع کئے کہ عمر جو تمھارا امیر المومنین ہے کیسا آدمی ہے؟ اس بڑھیا نے برائی بیان کی اور کہا

جب سے وہ خلیفہ ہوا ہے مجھے ایک پیسہ کبھی نہ ملا۔ آپ نے فرمایا عمر کو تمہارا حال کیا معلوم تم نے اس کو اطلاع کیوں نہ دی بڑھیا نے کہا وہ امیر المومنین ہے اس کو مشرق سے مغرب تک ہر مقام کا حال معلوم کرنا چاہیئے۔ الخ"

(خلفائے راشدین صـ ۱۲۷ - صـ ۱۲۸)

درحقیقت بڑھیا نہایت خوبصورت طنز کرکے یہ بتانا چاہتی تھی کہ خلیفۂ رسول کو تمام حالات پر مطلع رہنا ضروری ہے تاکہ صاحبان حاجت کی حاجت بلا اظہار حاجت پوری کر سکے۔

بیک وقت تین گناہ

خلیفۂ رسول اور محافظ شریعت ہونا تو بڑی چیز ہے ایک معمولی سی چوکیدار کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ کوئی ایسا فعل نہ کرے جو اس کو خاطی اور خائن ٹھہرائے ۔۔۔ اس مسلمہ کلیہ کی روشنی میں حسب ذیل واقعہ کو ملاحظہ کیجیے۔

"ایک شب کو عمر گشت کر رہے تھے ایک گھر سے گانے کی آواز آئی پشت کی دیوار سے چڑھ کر آپ گھر کے اندر گئے تو دیکھا ایک شخص ہے جس کے پاس ایک عورت بھی بیٹھی ہوئی ہے اور شراب بھی رکھی ہوئی ہے آپ نے فرمایا اے دشمن دین کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ باوجود ان معاصی کے اللہ تیری ستر پوشی کرے گا ۔۔۔ اس نے کہا اے امیر المومنین

سزا دینے میں جلدی نہ کیجئے میں نے صرف ایک گناہ کیا لیکن آپ نے تین گناہ کئے اول یہ کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ کسی کے عیب کا تجسس نہ کرو اور آپ نے کیا۔ دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ گھروں میں دروازے کی طرف سے جاؤ اور آپ میرے مکان کی پشت کی دیوار سے آئے سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کسی کے گھر میں بغیر اس کی اجازت کے نہ جاؤ اور آپ میرے گھر میں بغیر میری اجازت کے آئے ــــ یہ سن کر آپ نے فرمایا اچھا اگر میں معاف کر دوں تو تو پھر تجھ سے کچھ نیکی ظاہر ہوگی اس نے کہا "ہاں"۔

(خلفائے راشدین صہ ۱۲۸)

قابلِ غور یہ بات ہے کہ اگر وہ شخص واقعی ارتکاب گناہ کر رہا تھا تو نیکی (رشوت۔ گھوس) کی لالچ میں اس کو معاف کر دینے کا حق کہاں سے حاصل ہوا۔ بہر حال مفاد اسلامی کو اس طرز عمل سے کوئی فائدہ پہونچا ہو یا نہ پہونچا ہو مگر "محکمہ پولیس" کیلئے یہ واقعہ ضرور منفعت بخش سبق کی حیثیت رکھتا ہے ــــ کیا تعریف ہو اس خلیفہ کی جس کے پیرو خود خلیفہ کے جرائم کی گرفت کریں۔

سیکڑوں معصوم بچوں کا خون عمر ابن خطاب کی گردن پر

عبد الشکور صاحب نانوی کی کتاب میں ایک اور طویل واقعہ لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے

کہ عمر اس وقت تک کسی بچہ کا وظیفہ نہیں کرتے تھے جس وقت تک وہ اپنی ماں کا دودھ پیتا رہتا تھا۔ اس لئے عورتیں وظیفہ کی لالچ میں قبل از وقت ہی دودھ چھڑا دیتی تھیں جس کی وجہ سے بچے تکلیف اٹھاتے تھے جب عمر کو ایک ایسے ہی واقعہ کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت نادم ہوئے عبد الشکور صاحب نے عمر کی ندامت کے حسب ذیل الفاظ لکھے ہیں

"آپ بہت روئے اور فرمایا کہ کیسی خرابی عمر کی ہوگی، معلوم نہیں کتنے مسلمان بچوں کی اس نے جان لی،،
(خلفائے راشدین ص۱۲۶)

صرف یہی نہیں کہ عمر ابن خطاب نے مسلمانوں کا ایمان لیا بلکہ یہ واقعہ بتاتا ہے کہ انھوں نے دین کے ساتھ جان بھی لی۔ سچ ہے انسانوں کے بنائے ہوئے خلیفہ ایسے ہی ہوتے ہیں جن سے فائدہ کے بجائے نقصان ہی پہونچتا ہے۔

بچے جنوانے میں انہماک اہلسنّت کے خلیفہ دوم عمر ابن خطاب اپنی اہلیہ کے تعاون سے بچے جنوانے کے خدمات بھی انجام دیتے تھے اس سلسلہ میں بھی ایک دلچسپ واقعہ عبد الشکور صاحب نے اپنی کتاب خلفائے راشدین کے ص۱۲۷ پر لکھا ہے ___ اگر طول کا خوف نہ ہوتا تو قارئین کی خدمت میں اس قسم کے اور بہت سے دلچسپ واقعات پیش کئے جاتے

"طاغوت"

کتاب روضتہ الاحباب میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک مسلمان کا جس کا نام بشیر تھا، ایک یہودی سے جھگڑا ہو گیا۔ یہودی نے کہا آں حضرت کو حکم بنالو اور مسلمان نے کہا کہ یہودی عالم کعب بن اشراف کو حکم بناؤ آخر کار دونوں آں حضرت کو حکم بنانے پر رضامند ہوئے۔ آں حضرت نے جو فیصلہ کیا وہ یہودی کے حق میں تھا مسلمان آں حضرت کے فیصلہ پر رضامند نہ ہوا اور پھر عمر ابن خطاب کے پاس اپنے جھگڑے کو لے کر گیا۔ تو خداوند عالم نے آیت نازل فرمائی جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

(اے رسول) کیا تم نے ان کو نہیں دیکھا جو یہ ظاہر کرتے ہیں کہ تم پر جو کچھ بھی نازل کیا گیا ہے وہ اس پر ایمان لائے ہیں (پھر اس کے بعد بھی) وہ اپنا مقدمہ طاغوت (شیطان بانی فتنہ و فساد) کے پاس لے جاتے ہیں۔

اس واقعہ سے اتنا تو معلوم ہی ہو گیا کہ قرآن حکیم عمر ابن خطاب کو "طاغوت" قرار دیتا ہے۔ اب یہ اہلسنت کی مرضی کہ وہ طاغوت کو اپنا امیر تسلیم کریں۔

حجر اسود سے بغض

عمر ابن خطاب کو محمدؐ و آل محمدؐ سے کتنی دشمنی تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انھیں حجر اسود سے صرف اس

بجائے بغض تھا کہ وہ اکثر و بیشتر ناشر و محافظ حقوق محمدؐ و آل محمدؐ
جاتا ہے۔۔۔ عمر کے بغض کا ذکر علامہ شبلی کے قلم سے ملاحظہ ہو۔
لکھتے ہیں

"ایکبار حجر اسود کے سامنے کھڑے ہوکر (غصہ میں) اعلانیہ
کہا۔ میں جانتا ہوں کہ تو نہ کسی کو فائدہ پہونچا سکتا ہے
نہ نقصان۔"
(الفاروق ص ۲۰۴)

زانی بری ہوا گواہ مارے گئے

محترم قارئین حسب ذیل واقعہ پر بھی غور فرمائیں ایک مرتبہ مغیرہ پر ام جمیل کے ساتھ الزام لگایا گیا

ابو بکرہ غلام سرور کائنات، نافع بن کلدہ، معقبل بن معبد نے گواہیاں دیں کہ ہم نے مجرم کو یوں دیکھا ہے جس طرح "سرمہ دانی میں سلائی"
۔۔۔ پھر زانی و زانیہ کو شناخت بھی کیا۔ اس کے بعد زیاد بن ربہ گواہی دینے کیلئے اٹھا تو عمر نے کہا اب وہ آرہا ہے جو ایک مہاجر کو رسوائی سے بچالے گا۔ زیاد نے عمر کا منشاء سمجھ کر کہا میں نے سب کچھ دیکھا ہے مگر اس طرح نہیں جیسے سرمہ دانی میں سلائی ۔۔۔ عمر نے زیاد کی گواہی سن کر مغیرہ کو بری کر دیا اور حکم دیا کہ باقی تینوں گواہوں کو اسی اسی کوڑے لگائے جائیں۔
اور کوڑے مارنے کا کام مغیرہ ہی کے سپرد کیا

(تاریخ ابن خلکان و تاریخ طبری)

فرشتوں سے عزم بیکار

طبرانی کے حوالہ سے امام اہلسنت عبد الشکور کے جانشین نے اپنے ارگن "حرم مجاریہ ۲ ستمبر ۱۹۶۳ئہ" میں عمر ابن خطاب کی ہنگامہ پسندی کا یوں اظہار کیا ہے۔

"ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم سے آں حضرت نے فرمایا۔ اے عمر اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب لوگ تمہیں قبر میں رکھ کر اور مٹی ڈال کر چلے آئیں گے اور قبر کے اندر دو ممتحن (نکیرین) داخل ہو جائیں گے جن کی آواز بڑی گرجدار اور آنکھیں چکاچوند پیدا کر دیتی ہیں یہ آتے ہی تم کو جھنجھوڑ ڈالیں گے اور بڑی جھلاہٹ کے ساتھ پیش آئیں گے حضرت عمر نے عرض کیا " یا رسول اللہ کیا اس وقت ہماری عقل ہمارے ساتھ ہو گی ؟" آپ نے ارشاد فرمایا۔ اسی طرح تمہاری عقلیں، تمہارے پاس ہوں گی جیسی آج ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر نے عرض کیا تو بس میں نپٹ لوں گا۔" (حرم ۲ ستمبر ۱۹۶۳ئہ)

کاش مینڈھا ہوتا ؟

خداوند عالم نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر شکل انسانی عطا کی تعلیمات اسلامی کی رو سے یہ چیز لائق صد تشکر ہے مگر عمر ابن خطاب بجائے اظہار تشکر کے عجیب و غریب تمنا کا اظہار کرتے ہیں — ماہرین علم النفس مسلمہ فیصلہ ہے کہ انسان کی خواہشات سے اس کی جبلت اور

طینت کا پتہ چلتا ہے اور یہ خواہش اس کے اسباب وطریق پیدائش پر دال ہوتی ہیں ۔ بہرحال عمر کی ایک دلی تمنا ملاحظہ ہو حضرت عمر کہا کرتے تھے کاش میں اپنے گھر والوں کا مینڈھا ہوتا وہ مجھے موٹا کرتے جب میں موٹا ہو جاتا تو ان میں (گھر والوں میں) محبوب ملاقات کو آتے وہ مجھے ان کے لئے ذبح کرتے کچھ حصہ میرے گوشت کا بھنا ہوا ہوتا ۔ کچھ شوربے دار ہوتا وہ مجھے کھاتے یہ سب ہوتا مگر میں آدمی نہ ہوتا ۔ درحقیقت یہ تمنا اقدار انسانی اور آدمیت کی پابندیوں سے بے زاری کا رجحان ظاہر کرتی ہے ـــــ ظاہر ہے کہ اگر جانور ہوتے تو کوئی تکلیف شرعی ہوتی نہ کوئی اخلاقی پابندی ہوتی نہ حرام وحلال کا لحاظ کرنا پڑتا ۔

عمر اور موسیقی کتب تاریخ بتاتی ہیں کہ عمر نہ صرف گانے بجانے کے دلدادہ تھے بلکہ اپنے زمانہ کے اچھے موسیقار بھی تھے چنانچہ محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں

"عمر اپنی مشہور ومعروف سختی ودرشتی کے باوجود غنا سے لطف اندوز ہوتے اور کبھی کبھی ترنم سے شعر پڑھتے"

اس کے بعد موصوف نے عمر کے ذوق غنا سے متعلق کئی واقعے بھی لکھے ہیں ۔ مثلاً

"ایک مرتبہ حضرت حج کیلئے تشریف لے گئے ہمراہیوں نے "خوات بن جبر" سے اصرار کیا کہ وہ ضرار کے شعر گا کر سنائیں اس پر حضرت عمر نے فرمایا نہیں ان سے خود ان کے جگر پارے سنو۔ خوات نے اپنے اشعار گا کر سنائے یہاں تک کہ صبح ہوئی"

پھر آگے چل کر اور لکھتے ہیں۔

"حضرت عمر ایکبار کسی قافلہ کے ساتھ تھے کہ یہ شعر ترنم سے پڑھا (جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے)

(کسی اونٹنی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ راست باز اور وعدہ پورا کرنے والے کو اپنے کجاوے پر نہیں نبھایا)

قافلے والے سننے کیلئے چاروں طرف سے دوڑ دوڑ آنے لگے فاروق اعظم نے جو انھیں جمع ہوتے دیکھا تو قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔ اور وہ منتشر ہو گئے اس پر فاروق اعظم نے فرمایا "اے غاکی انڈو" جب میں نے شیطانی ساز چھیڑے تو تم چاروں سے جمع آدھمکے اور جب کتاب اللہ کی آیات پڑھیں تو بھاگ گئے" (عمر فاروق اعظم ص۶۵۶ و ص۶۵۷)

اس کے بعد ہیکل فیصلہ کن الفاظ میں لکھتے ہیں۔

یہ دونوں باتیں اس کا ثبوت ہیں کہ فاروق اعظم سماع اور غنا سے دلچسپی رکھتے تھے (عمر فاروق اعظم ص۶۵۷)

محمد حسین ہیکل کی کتاب کے اس باب میں آگے چل کر ایک حیرت انگیز انکشاف ہوتا ہے وہ یہ کہ عمر نے اگر کسی موقع پر گانے بجانے کی مخالفت بھی کی ہے تو اس لئے نہیں کہ یہ چیزیں اسلام نے ممنوع قرار دیں تھیں یا پیغمبر نے ان کو حرام قرار دیا تھا بلکہ ان کی ممانعت کی وجہ کچھ اور تھی وہ وجہ ہیکل کے قلم سے ملاحظہ کیجئے۔ لکھتے ہیں

"جو چیزیں نفس میں کمزوری کے فتنوں کو جگاتی ہیں اور شہوانی وسوسوں کے تار ہلاتی ہیں حضرت عمر نے انھیں اس لئے ممنوع قرار دیا تھا کہ وہ جماعتی زندگی پر ان کے برے اثرات کا مشاہدہ کر چکے تھے"

شیطان سے آگے

امام اہلسنت نے اپنی کتاب خلفائے راشدین میں ایک دلچسپ اور نتیجہ خیز حدیث نقل کی ہے ملاحظہ ہو

حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا "اے ابن خطاب قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ شیطان جب تمکو کسی راستے پر چلتے ہوئے دیکھتا ہے تو اس راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلنے لگتا ہے (بخاری و مسلم) (خلفائے راشدین) ۔ ظاہر ہے کہ شیطان اب اس راستہ پر کیوں چلے؟ یقیناً اب اسکو بہکانے کیلئے دوسرا راستہ اختیار کرنا ہوگا جو بہکانیوالے سے خالی ہو۔

نوٹ: - اصحاب ثلاثہ کی تیسری جلد زیر طبع ہے۔ انشاء اللہ

ملنے کا پتہ
ادارہ تحفظ حسینیت اشرف آباد لکھنؤ ۳

مطبوعہ
نظامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ ۳